تذکرہ

# امامین سیدنا حسنؓ و سیدنا حسینؓ رضی اللہ عنہما

مؤلفہ

## حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضلؒ

(ادیب و مولوی فاضل) حیدرآبادی

واعظ مشہور و سابق استاذ فقہ تفسیر جامعہ عثمانیہ

زیر سرپرستی

امیر ملت اسلامیہ حضرت مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقلؒ

بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد

زیر نگرانی

ابن العاقل محمد حسام الدین ثانی عاملؒ ایم اے

زیر اہتمام: علامہ محمد حسام الدین فاضل اکیڈمی پنجہ شاہ، حیدرآباد ۲

## حضرت علامہ حسام الدین فاضلؒ اکیڈیمی

حسامیہ منزل پنجہ شاہ، حیدرآباد

حضرت علامہ محمد حسام الدین صاحب فاضلؒ کی زیر طبع کتب:

- دیوان فاضل (نعتیہ)
- سعادت دارین
- خلفائے راشدین
- تذکرہ خدیجۃ الکبریٰؓ
- تذکرہ عائشہ صدیقہؓ
- جذبات فاضل [illegible]
- غزلیات فاضل

RAH PUBLISHERS

# تذکرۂ امامین حضرات
# سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما


مؤلفہ

حضرت مولانا حسام الدین فاضلؔ رح

(ادیب و مولوی فاضل واعظ مشہور حیدرآبادی)

موظف استاذ فقہ و تفسیر جامعہ عثمانیہ



باہتمام

حضرت علامہ حسام الدین فاضلؔ رح اکیڈیمی

پبلیشر

RAH (راہ) پبلیشرز، حسامیہ منزل، پنجہ شاہ، حیدرآباد

جملہ حقوق بحق پبلیشر محفوظ


| | |
|---|---|
| نام کتاب | : تذکرۂ امامین سیدنا حسن وسیدنا حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما |
| مؤلف | : حضرت علامہ حسام الدین فاضلؒ |
| زیر سرپرستی | : حضرت مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقلؔ |
| زیر نگرانی | : ابن العاقلؔ محمد حسام الدین ثانی عاقلؔ (جعفر پاشاہ) سکریٹری اکیڈیمی |
| زیر اہتمام | : حضرت علامہ حسام الدین فاضلؒ اکیڈیمی |
| سال اشاعت | : محرم الحرام ۱۴۲۷ھ م فروری ۲۰۰۶ء |
| تعداد اشاعت | : ۱۰۰۰ (1000) |
| کمپیوٹر کمپوزنگ | : ❁ حسامی کمپیوٹر سنٹر' پنجہ شاہ' نزد پٹرول پمپ' حیدرآباد ۔ 2 فون: 24565226 ❁ ممتاز کمپیوٹرس' 20-3-866' رحیم منزل' شاہ گنج' حیدرآباد ۔ 2 فون: 9848615340,24577739 |
| طباعت | : جینئس گرافکس' مچھلی بازار' حیدرآباد۔ |
| قیمت | : ۲۵ روپے -/Rs.25 |
| پبلیشر | : 'RAH' (راہ) پبلیشرز' حسامیہ منزل پنجہ شاہ' حیدرآباد۔ فون: 24565226 |

**ملنے کے پتے:**

- حسامی کمپیوٹرس' پنجہ شاہ' حیدرآباد۔۲
- جامعہ اسلامیہ دارالعلوم حیدرآباد' شیورام پلی' حیدرآباد۔۵۲
- صدیقی بک ڈسٹری بیوٹرس' پرانی حویلی' حیدرآباد۔۲
- قبلہ بک ڈپو' جہاں نما' حیدرآباد۔




# تذکرۂ
# حضرت سیدنا اِمام حسن رضی اللہ عنہ

## جس میں

جگر پارۂ سید المرسلینؐ امیر المومنین حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی زندگی کے حالات' اخلاق وفضائل اور واقعۂ شہادت مستند کتب سے نہایت صحت کے ساتھ مع حوالۂ کتب عمدہ پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں


مؤلفہ

حضرت مولانا حسام الدین فاضلؒ

(ادیب ومولوی فاضل واعظ مشہور حیدرآبادی)

موظف استاذ فقہ وتفسیر جامعہ عثمانیہ



باھتمام

حضرت علامہ حسام الدین فاضلؒ اکیڈیمی

پبلیشر

RAH (راہ) پبلیشرز' حسامیہ منزل' پنجہ شاہ' حیدرآباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ،

# حضرت سیدنا اِمام حسن رضی اللہ عنہ

**نام' نسب' ولادت:** حسن نام' سید اور ریحانۃ النبی خطاب' شبیہ رسول لقب' آپ کے پدر بزرگوار جناب امیر علی مرتضیٰؓ ابن عم رسولؐ تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ جگر گوشہ مصطفےٰ فاطمہ زہرا سیدۂ بتول تھیں۔ اس لحاظ سے آپ کی ذات گرامی قریش کا خلاصہ اور بنی ہاشم کا عطر تھی۔ آپ ہجرت کے تیسرے سال رمضان المبارک میں پیدا ہوئے۔ ولادت با سعادت کی خبر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حرب کے بجائے حسن نام رکھا(۱)۔ حسن و جمال میں آپ سر سے سینے تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ تھے(۲)۔

**فضائل:** آپ کی ذات مبارک مجموعہ فضائل تھی حلم و کرم' زہد و تقویٰ' عبادت و ریاضت' جود و سخا' صبر و توکل' ضبط و تحمل غرض ہر فضیلت میں آپ شہرۂ آفاق تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسنؓ کے ساتھ غیر معمولی محبت تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ امام حسنؓ کو دوش مبارک پر سوار کر کے فرما رہے تھے خداوندا میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی محبوب رکھ(۳)۔ ایک دفعہ آپ حسنؓ کو کندھے پر لے کر نکلے' ایک شخص نے دیکھ کر کہا' صاحبزادے کیا اچھی سواری ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا سوار بھی کتنا اچھا ہے(۴)۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسنؓ کے متعلق فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرائے گا(۵)۔ ایک موقعہ پر فرمایا کہ حسنؓ کو میرا حلم عطا ہوا ہے۔

(۱) استیعاب (۲) ترمذی (۳) بخاری و ترمذی (۴) ترمذی (۵) مستدرک حاکم۔



یہ بھی ارشاد ہے کہ حسنؓ و حسینؓ میرے جنت کے دو پھول ہیں(۱)۔ حسنؓ و حسینؓ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں(۲)۔

**صحابہ کرامؓ اور امام حسنؓ:** حضرت ابوبکرؓ حضرت حسنؓ کے ساتھ بڑی محبت فرماتے تھے۔ زمانہ خلافت میں ایک مرتبہ آپ عصر کی نماز پڑھ کر نکلے' حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے راستہ میں امام حسنؓ کھیل رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے اٹھا کر کندھے پر بٹھا لیا اور فرمانے لگے میرا باپ قربان یہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہیں علیؓ کی صورت سے نہیں ملتے حضرت علیؓ یہ سن کر ہنسنے لگے (۳)۔

حضرت عمرؓ نے بھی اپنے زمانے میں ایسا ہی محبت آمیز برتاؤ رکھا۔ چنانچہ جب آپ نے تمام صحابہؓ کے وظائف مقرر کیے تو حضرت حسنؓ اس صف میں نہ آتے تھے' لیکن آپ کا بھی پانچ ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر فرمایا(۴)۔

حضرت عثمانؓ نے بھی اپنے زمانے میں ایسا ہی شفقت آمیز طرز عمل رکھا۔ اس وقت حضرت حسنؓ پورے جوان ہو چکے تھے۔ اس لئے طبرستان کی فوج کشی میں مجاہدانہ شرکت فرمائی۔ اس کے بعد جب حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ اٹھا اور باغیوں نے آپ کا محاصرہ کر لیا تو حضرت علیؓ کے حسب ارشاد امام حسنؓ نے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی حفاظت میں نہایت بہادری کے ساتھ حملہ آوروں کی مدافعت کی۔ اس مدافعت میں آپ زخمی بھی ہوئے اور سارا بدن خون سے رنگین ہو گیا لیکن یہ تدبیریں ناکام ثابت ہوئیں اور باغی چھت پر چڑھ کر اندر گھس گئے اور حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا(۵)۔

**حضرت حسنؓ کی خلافت:** حضرت علیؓ کی وفات کے بعد امیر معاویہؓ کے مقبوضہ علاقہ کے علاوہ باقی سارے ملک کی نظریں حضرت حسنؓ کی طرف تھیں چنانچہ والد بزرگوار کی تدفین کے بعد جامع مسجد میں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔

حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد امیر معاویہؓ نے فوجی پیش قدمی شروع کر دی اور عبداللہ بن عامر کو مقدمۃ الجیش کے طور پر مدائن کی طرف روانہ کر دیا' امام حسنؓ بھی مقابلہ کے لیے کوفہ سے مدائن کی طرف بڑھے' ساباط پہنچ کر اپنی فوج میں کمزوری اور جنگ سے پہلو تہی کے آثار دیکھ کر اسی

(۱) بخاری و ترمذی (۲) ترمذی (۳) بخاری (۴) فتوح البلدان (۵) تاریخ الخلفاء۔

مقام پر رک گئے اور یہ تقریر کی کہ "جس اتحاد کو تم ناپسند کرتے ہو وہ اس تفرقہ اختلاف سے کہیں افضل ہے جسے تم چاہتے ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر اشخاص جنگ سے پہلوتہی کر رہے ہیں۔ میں لوگوں کو مرضی کے خلاف مجبور کرنا نہیں چاہتا۔" اس تقریر پر خارجی عقائد کے لوگ جو امیر معاویہؓ سے لڑنا فرض عین سمجھتے تھے، حضرت حسنؓ سے ناراض ہو گئے اور ان کی تحقیر شروع کر دی۔ جس مصلے پر آپ تشریف فرما تھے چھین لیا اور گلے سے چادر کھینچ لی' پھر آپ سیدھے مدائن روانہ ہو گئے۔ راستہ میں جراح نامی خارجی نے آپ پر حملہ کیا اور زانوئے مبارک زخمی کر دیا' آپ مدائن پہنچے اور زخم بھرنے تک ٹھہرے رہے' پھر حضرت حسنؓ اور عبداللہ بن عامر سے بمقام انبار مقابلہ ہوا اور عبداللہ کے دھوکے سے یہ کہنے پر کہ میں خود جنگ کرنا نہیں چاہتا حضرت حسنؓ کے ہمراہی پیچھے ہٹنے لگے' حضرت حسنؓ نے اسے محسوس کیا تو پھر مدائن لوٹ گئے (۱)۔

**خلافت سے دست برداری:** حضرت امام حسنؓ کے مدائن چلے آنے کے بعد عبداللہ بن عامر نے بڑھ کر آپ کا محاصرہ کر لیا' حضرت حسنؓ نے اپنے ساتھیوں کی بزدلی اور کمزوری کا تجربہ کرنے کے بعد جنگ کا خیال بالکل ترک کر دیا اور حسب ذیل شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دست برداری کا فیصلہ کیا۔

**شرائط صلح:** (۱) کوئی عراقی محض بغض و کینہ کی وجہ سے نہ پکڑا جائے گا۔ (۲) بلا استثناء سب کو امان دی جائے گی۔ (۳) ہواز کا کل خراج امام حسنؓ کے لیے مخصوص کر دیا جائے گا۔ (۴) امام حسنؓ کو دو لاکھ سالانہ علیحدہ دیا جائے گا۔ (۵) بنی ہاشم کو صلات و عطایا میں بنی امیہ پر ترجیح دی جائے گی۔ (۶) امام حسنؓ کا کل قرض حضرت معاویہ ادا کر دیں گے' امیر معاویہؓ نے بلا کسی ترمیم کے یہ تمام شرطیں منظور کر لیں (۲)۔

ان شرطوں کے علاوہ ایک شرط بہت مشہور ہے کہ امیر معاویہؓ کے بعد حسنؓ خلیفہ ہوں گے لیکن یہ شرط مروج الذہب مسعودی' اخبار الطوال' یعقوبی' طبری اور تاریخ کامل وغیرہ میں بھی نہیں ہے البتہ صرف علامہ ابن عبدالبر نے استیعاب میں لکھا ہے کہ علما کا یہ بیان ہے کہ حسنؓ صرف معاویہؓ کی زندگی تک کے لیے ان کے حق میں دست بردار ہوئے تھے لیکن علامہ کا یہ بیان خود غور

(۱) اخبار الطوال (۲) اخبار الطوال' تاریخ کامل اور تاریخ الخلفاء۔



طلب ہے۔ اس لیے کہ جو واقعہ کسی مستند تاریخ میں نہیں ملتا وہ علما کا متفقہ بیان کیونکر ہو سکتا ہے ممکن ہے کہ ان کے عہد کے علماء کی یہ رائے ہو لیکن تاریخوں سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی' اور آئندہ واقعات سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی' حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد جب امیر معاویہؓ یزید کی بیعت لینے کے لیے مدینہ گئے۔ اور ابن زبیرؓ' امام حسینؓ اور عبدالرحمن ابن ابی بکرؓ وغیرہ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا تو ان بزرگوں نے اس کے خلاف ہر طرح کے دلائل پیش کئے ابن زبیرؓ نے کہا یہ طریقہ خلفائے راشدین کے انتخابی طریقہ کے خلاف ہے' عبدالرحمنؓ نے کہا کہ یہ قیصر و کسریٰ کی سنت ہے لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ امام حسنؓ حضرت تمہارے حق میں دست بردار ہوئے تھے۔ اس لیے یزید ولی عہد نہیں بنایا جا سکتا۔ پھر امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد جب حضرت حسینؓ یزید کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے تو آپ نے اپنے دعوے کی تائید اور یزید کی مخالفت میں بہت سی تقریریں کیں لیکن کسی تقریر میں بھی آپ نے یہ دعوے نہیں فرمایا کہ چونکہ میرے بھائی حسنؓ صرف امیر معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہوئے تھے اور امیر معاویہؓ کی زندگی میں وفات پا چکے تھے اس لئے ان کی جانشینی کا حق مجھے یا حسنؓ کی اولاد کو ہے' حالانکہ یزید کی حکومت کے خلاف دلائل میں یہ بڑی قوی دلیل تھی لیکن حضرت امام حسینؓ نے اس کی طرف اشارہ بھی نہیں فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ہی سرے سے غلط ہے۔

غرض اس خاتم الفتن دست برداری کے بعد حضرت امام حسنؓ اپنے اہل و عیال کو لیکر مدینہ طیبہ چلے گئے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیشن گوئی پوری ہو گئی کہ "میرا یہ بیٹا سید ہے' خدا اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کرائے گا۔" حضرت حسنؓ کی مدت خلافت چھ' سات مہینے رہی۔

## امام نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچنے کے لیے خلافت چھوڑی:

یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ حضرت امام حسنؓ نے اپنی فوج کی کمزوری سے مجبور ہو کر امیر معاویہؓ سے صلح کر لی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے خلافت عظمیٰ کو محض مسلمانوں کی خونریزی سے بچنے کے لیے ترک کیا۔ اگرچہ جس فوج کو لیکر آپ نکلے تھے اس میں کچھ منافقین بھی تھے جنہوں نے کمزوری دکھائی تھی مگر اس میں چند خارجی بھی تھے جو امیر معاویہؓ سے لڑنا فرض سمجھتے تھے خود عراق

میں چالیس بیالیس ہزار کوفی آپ کے ایک اشارہ پر سر کٹانے تیار تھے۔ صلح کے بعد ایک شخص نے غصہ میں آپ سے کہا "اے مسلمانوں کے رسوا کرنے والے السلام علیکم" اس گستاخانہ سلام پر اس سراپا صبر و تحمل امام نے جواب دیا ایسا نہ کہو میں نے مسلمانوں کو رسوا نہیں کیا' البتہ ملک گیری کی ہوس میں مسلمانوں کی خونریزی پسند نہیں (۱)۔

جب آپ کے دوست آپ کو عار المسلمین کہتے تو آپ فرمایا کرتے عار (شرمندگی) نار (دوزخ) سے بہتر ہے (۲)۔

**استغناء و بے نیازی:** آپ نے ایک ملتی ہوئی عظیم الشان سلطنت کو محض چند انسانوں کے خون کی خاطر چھوڑ دیا اور امت مرحومہ کو تباہی سے بچالی۔

**عبادت:** عبادت الٰہی امام حسنؓ کا محبوب ترین مشغلہ تھا اور وقت کا بڑا حصہ آپ اس میں صرف فرماتے۔ فجر کی نماز کے بعد سے طلوع آفتاب تک مصلے پر بیٹھے رہتے پھر کچھ دیر آنے جانے والوں سے ملتے' دن چڑھے چاشت پڑھ کر امہات المومنین کے پاس سلام کرنے جاتے پھر گھر ہو کر مسجد چلے آتے (۳)۔

ایک تختی پر سورۂ کہف مرقوم کرائی تھی' روزانہ سوتے وقت اسے تلاوت فرماتے (۴)۔ ہر طرح کی سواریوں کے ہوتے ہوئے بھی' پچیس حج پاپیادہ کئے' فرماتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ خدائے تعالیٰ سے ملوں اور اس کے گھر کعبۃ اللہ کو پاپیادہ نہ گیا ہوں (۵)۔

**جود و سخا:** دو دفعہ اپنا کل مال راہ خدا میں دے دیا یہاں تک کہ ایک حبہ پاس نہ رکھا (۶)۔ تین مرتبہ اپنے کل مال کا آدھا آدھا حصہ خیرات کیا اس تنصیف میں اتنی شدت کی کہ دو جوتوں میں سے ایک جوتا بھی خیرات کر دیا (۷)۔

ایک دفعہ ایک شخص بیٹھا ہوا دس ہزار درہم کے لیے دعا کر رہا تھا آپ نے سن لیا گھر جا کر اس کے پاس دس ہزار نقد بھجوا دیے (۸)۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے عرض کیا "میں پہلے مالدار تھا اب مفلس ہو گیا ہوں۔" آپ نے

(۱) استیعاب و مستدرک حاکم (۲) تاریخ الخلفاء (۳) و (۴) ابن عساکر (۵) تہذیب الکمال' و اسد الغابہ۔
(۶) تاریخ الخلفاء و اسد الغابہ (۷) اسد الغابہ (۸) ابن عساکر



فرمایا "میں تمہارے لائق اور بقدر ضرورت دینے سے قاصر ہوں جو کچھ قلیل مقدار اس وقت میرے پاس موجود ہے اگر تم قبول کر لو تو احسان ہے۔" آپ نے داروغہ کو فرمایا جو کچھ موجود ہو لے آؤ داروغہ نے پچاس ہزار درہم حاضر کئے آپ نے فرمایا وہ پانچ سو اشرفیاں کہاں ہیں؟ عرض کیا موجود ہیں فرمایا وہ بھی لے آؤ پھر آپ نے یہ تمام درہم اور اشرفیاں سائل کے حوالے کر دیے (۱)۔ اور معذرت چاہی پھر اپنی چادر مبارک سائل کو دیکر فرمایا اس کو حمالی کی اجرت میں دینا تاکہ اجرت بھی میری ہی طرف سے ہو (۲)۔ باوجود اس فیاضی کے آپ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے تھے کہ آپ کی دولت سے وہی لوگ متمتع ہوں جو در حقیقت اس کے مستحق ہیں۔

آپ نہ صرف خود فیاض تھے بلکہ دوسروں کی فیاضی دیکھ کر خوش ہوتے تھے ایک مرتبہ مدینہ طیبہ کے کسی کھجور کے باغ کی طرف گزرے دیکھا کہ ایک حبشی غلام ایک روٹی لیے ایک لقمہ خود کھاتا اور دوسرا کتے کو دیتا ہے۔ اس طرح آدھی روٹی کتے کو کھلا دی' آپ نے غلام سے کہا کتے کو دتکار کیوں نہ دیا' عرض کی کہ میرے دل نے یہ گوارا نہ کیا' آپ نے پوچھا تم کون ہو اور یہ باغ کس کا ہے کہا ابان بن عثمانؓ کا غلام ہوں اور یہ باغ انہیں کا ہے' یہ سنتے ہی آپ فوراً ابانؓ کے پاس گئے اور باغ اور غلام دونوں کو خرید کر واپس آئے اور غلام سے کہا میں نے تمہیں خرید لیا وہ تعظیماً اٹھ کھڑا ہوا اور عرض کی میرے مولیٰ! خدا اور رسولؐ اور آقا کی خدمت کے لیے حاضر ہوں' آپ نے فرمایا میں نے باغ بھی خرید لیا ہے' اب تم کو خدا کی راہ میں آزاد کیا اور باغ بھی تم ہی کو بخش دیا۔ غلام پر اس کا یہ اثر پڑا کہ اس نے کہا آپ نے مجھے جس کی راہ میں آزاد فرمایا ہے اسی خدا کی راہ میں میں یہ باغ دیتا ہوں (۳)۔

**تواضع:** آپ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھے ایک مرتبہ فقرا اور مساکین کی جماعت پر سے آپ کا گزر ہوا۔ یہ لوگ خشک روٹی کے ٹکڑے کھا رہے تھے آپ نے ان کو سلام کیا' فقرا نے جواب دیکر کھانے کے لیے بلایا آپ بے تکلف ان کے ساتھ بیٹھ گئے اور فرمایا بھائیو مجھے تمہارے ساتھ کھانے میں مطلق عار نہیں ہے مگر یہ کھانا صدقہ و خیرات کا ہے' میں آل رسولؐ ہونے کی وجہ سے کھا نہیں سکتا۔ تم سب میرے مکان پر چلو میں آل رسولؐ ہونے کی وجہ سے کھا نہیں سکتا۔ تم سب

(۱) صواعق محرقہ (۲) سراج الملک (۳) ابن عساکر

میرے مکان پر چلو۔ فقرا آپ کے ساتھ ہوئے گھر پہنچ کر آپ نے ان کو کھانا کھلایا کپڑے اور درہم دیکر رخصت کیا(۱)۔

**صبر و تحمل:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ "حسنؓ کو میرا علم اور میری صورت ملی ہے" حضرت امام حسنؓ کی ذات قدسی صفات اس ارشاد گرامی کی مجسم تصدیق تھی، خلافت سے دستبرداری کی وجہ سے نا آشنائے حقیقت لوگ مذل المومنین، مسود وجوہ المسلمین، عار المومنین جیسے نازیبا کلمات سے مخاطب کرتے لیکن بجائے غضبناک ہونے کے آپ نہایت نرمی سے جواب دیتے۔ مروان ابن حکم حاکم مدینہ ہر جمعہ کو بر سر منبر حضرت علی کرم اللہ وجہ کو برا بھلا کہتا۔ حضرت امام حسنؓ اس کی گستاخیوں کو اپنے کانوں سے سنتے اور خاموشی کے سوا کوئی جواب نہ دیتے۔ ایک مرتبہ اس نے ایک شخص کی زبانی نہایت فحش باتیں کہلا بھیجیں آپ نے سن کر صرف اس قدر جواب دیا کہ اس سے کہہ دینا خدا کی قسم میں تم کو گالی دیکر تم پر سے دشنام دہی کا داغ نہ مٹاؤں گا۔ ایک دن ہم تم دونوں خدا تعالے کے دربار میں حاضر ہوں گے اگر تم سچے ہو تو خدا تمہیں تمہاری سچائی کا بدلہ دے گا اور اگر جھوٹے ہو تو وہ بڑا منتقم اور منصف ہے وہ خود تم سے سمجھ لے گا۔

ایک دن یہی مروان آپ کے روبرو بہت کچھ سخت سست کہہ رہا تھا آپ خاموش سنتے جاتے تھے اتفاقاً مروان نے داہنے ہاتھ سے ناک صاف کی آپ نے فرمایا مروان! سیدھا ہاتھ اچھے کاموں کے واسطے ہے۔ غلیظ کاموں کے لیے بایاں ہاتھ ہے(۲)۔ اس غیر معمولی ضبط و تحمل کا مروان جیسے شقی اور سنگ دل پر بھی اثر تھا چنانچہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جنازہ پر روتا تھا۔ امام حسنؓ نے فرمایا زندگی میں تو انہیں ستاتے رہے اور اب رو رہے ہو۔ اس نے پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں نے جو کچھ کیا وہ اس شخص کے ساتھ کیا جو اس پہاڑ سے بھی زیادہ حلیم و بردبار تھا(۳)۔

**خوش خلقی:** آپ حد درجہ خوش خلق تھے اپنا کام چھوڑ کر دوسروں کی حاجت برآری فرماتے تھے ایک مرتبہ ایک شخص حضرت امام حسنؓ کے پاس اپنی کوئی ضرورت لے کر آیا آپ معتکف تھے اس لیے معذرت کردی پھر وہ حضرت امام حسنؓ کے پاس آیا۔ آپ بھی معتکف تھے لیکن اعتکاف سے نکل کر اس کی حاجت برآری کی۔ لوگوں نے کہا حسینؓ نے تو اس شخص سے اعتکاف کا عذر کیا تھا۔

(۱) مسلطرف ۔ مسلمانوں کو رسوا کرنیوالے ۔ مسلمانوں کو روسیاہ کرنیوالے (۲) و (۳) تاریخ الخلفاء۔



فرمایا خدا کی راہ میں کسی کی حاجت پوری کرنا میرے نزدیک ایک مہینہ کے اعتکاف سے بہتر ہے۔(۱)۔

ایک دن آپ طواف کر رہے تھے اسی حالت میں ایک شخص نے آپ کو اپنی کسی ضرورت کے لیے ساتھ لے جانا چاہا آپ طواف چھوڑ کر اس کے ساتھ ہو گئے اور اس کی ضرورت پوری کر کے واپس ہوئے کسی حاسد نے اعتراض کیا کہ آپ طواف چھوڑ کر چلے گئے! فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے کے لیے جاتا ہے تو اس کی ضرورت پوری ہونے پر اس جانے والے کو حج و عمرہ کا ثواب ملتا ہے اور اگر نہ پوری ہو تو صرف عمرہ کا۔ میں نے طواف کی بجائے ایک حج اور ایک عمرہ کا ثواب حاصل کیا اور پھر واپس ہو کر طواف بھی پورا کیا(۲)۔

**خواب میں دعا کی تعلیم:** حضرت معاویہ حضرت امام حسنؓ کی خدمت میں سالانہ ایک لاکھ درہم بھیجا کرتے تھے ایک دفعہ اس رقم کے آنے میں دیر لگی۔ آپ کو خرچ کی تکلیف ہوئی۔ آپ نے معاویہ کو خط لکھنے کے لیے قلم دوات منگوایا، مگر کچھ سوچ کر رک گئے۔ اسی شب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، حضور نے پوچھا حسین تمہارا کیا حال ہے عرض کی نانا جان الحمد للہ میں اچھا ہوں لیکن وظیفہ کی تاخیر سے خرچ کی تکلیف ہے۔ ارشاد ہوا "تم نے چاہا تھا کہ اپنی حاجت خدا سے نہ عرض کر کے اپنی جیسی مخلوق کے پاس لکھ بھیجیں" عرض کی ہاں یا رسول اللہ پھر اور کیا کرتا۔ فرمایا بیٹا! یہ دعا پڑھا کر:

اَللّٰهُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاءَکَ وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاکَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَکَ ۝ اَللّٰهُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ قُوَّتِیْ وَ قَصُرَ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْاَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِهٖ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ.

حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ دعا پڑھتے ہوئے ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ معاویہؓ میرے پاس پندرہ لاکھ درہم ایک مشت بھیج دیے۔ اس کے بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرمایا "حسنؓ اب کیسے ہو" عرض کی "اچھا ہوں یا رسول اللہ" پھر وہ واقعہ عرض

(۱) و (۲) ابن عساکر

کیا فرمایا میرے لختِ جگر جو مخلوق سے نہ مانگ کر خالق سے مانگتا ہے اس کی اسی طرح غیب سے تائید ہوتی ہے (۱)۔

**ازواج کی کثرت:** آپ نے نہایت کثرت کے ساتھ شادیاں کیں اور اسی کثرت کے ساتھ طلاقیں دیں اور لطف یہ کہ جس کو آپ طلاق دیتے وہ آپ کی حسن معاشرت سے سیر نہ ہوتی نہ آپ کی مفارقت کی خواہاں ہوتی۔ چنانچہ آپ نے نو عورتوں سے نکاح کیے...... آپ کے نکاح و طلاق کی کثرت کو دیکھ کر حضرت علیؓ نے ایک بار فرمایا ”حسنؓ کو کیسی عادت پڑ گئی ہے کہ ادھر نکاح کیا ادھر چھوڑ دیا۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ اس فعل سے بہت لوگ ناخوش ہوں گے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی ناخوشی حسنؓ کو کچھ صدمہ پہنچائے“ (۲)۔ ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے اہل کوفہ سے فرمایا کہ حسنؓ سے اپنی لڑکیوں کا نکاح نہ کیا کرو۔ وہ طلاق دے دیتے ہیں لیکن عام مسلمانوں میں خاندان نبویؐ سے رشتہ پیدا کرنے کا شوق اتنا غالب تھا کہ حضرت علیؓ کے اس فرمان کے جواب میں ایک ہمدانی نے برملا کہا ہم ضرور لڑکیاں دیں گے امام حسنؓ کی خوشی جب تک چاہیں نکاح میں رکھیں جب چاہیں طلاق دیدیں (۳)۔

بعض عارفین واہل اللہ حضرت امام حسنؓ کے بکثرت شادیاں کرنے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کے سب رشتے ناتے قطع ہو جائیں گے مگر میرا رشتہ باقی رہے گا اور قیامت کے دن کام آئے گا۔ حضرت عمرؓ نے اسی امید پر حضرت فاطمہؓ کی صاحبزادی ام کلثومؓ سے نکاح کیا تھا۔ پس حضرت حسنؓ کا کثرت سے نکاح کرنا اور طلاق دینا اسی مصلحت پر مبنی تھا کیونکہ یہ خاندان رسالت سے تعلق پیدا کرنے کا ذریعہ تھا۔

**امام حسنؓ اور امیر معاویہؓ کے تعلقات:** حضرت معاویہؓ وظیفہ مقررہ کے علاوہ بھی وقتاً فوقتاً حضرت امام حسنؓ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے ایک مرتبہ امام حسنؓ امیر معاویہؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ جناب معاویہؓ نے کہا میں آپ کو اس قدر دوں گا کہ کسی کو اتنا آپ سے پہلے نہ دیا ہوں گا اور نہ آپ کے بعد پھر کسی کو دوں گا۔ یہ کہہ کر آپ کو چار لاکھ درہم دیئے (۴)۔

ایک دفعہ حج کے وقت امام حسنؓ امیر معاویہؓ سے مکہ معظمہ میں ملے اور اپنے قرض کا حال

(۱) تاریخ الخلفاء (۲) صواعق محرقہ (۳) تاریخ الخلفاء خمیس (۴) خمیس



بیان فرمایا۔ حضرت معاویہؓ نے ۸۰ ہزار دینار آپ کی خدمت میں پیش کیے (۱)۔

**حضرت عائشہ صدیقہؓ اور امام حسنؓ:** حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کو بھی حضرت امام حسنؓ کے ساتھ بڑی محبت تھی۔ چنانچہ امیر معاویہؓ مدینہ طیبہ میں آئے ایک جلسہ کیا اور امام حسنؓ سے کہا کہ آپ بیعت کر لیجئے اور انہوں نے انکار کیا تو شامی سپاہی بگڑ گئے اور انکار بیعت سنتے ہی تلواریں باہر نکال لیں۔ گو امیر معاویہؓ نے ان لوگوں کو منع کیا لیکن جب ام المومنینؓ کو یہ خبر پہنچی ہے تو غصہ کے مارے کانپنے لگیں اسی وقت مسجد نبوی میں تشریف لائیں، معاویہؓ کو بلایا اور کہا یہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے سنا ہے کہ تو نبی معصوم و برحق کے نواسہ کے ساتھ گستاخانہ پیش آیا ہے۔ تجھے نہیں معلوم کہ میں زندہ ہوں اور تیری تمام احادیث و آیات چشم زدن میں خاک میں ملا دوں گی (۲)۔

سوزِ تپِ فراق کا لب پر بیاں نہیں　　میں چپکے چپکے جلتا ہوں لیکن دھواں نہیں

حضرت امام حسنؓ دستبرداری کے بعد سے آخری لمحہ حیات تک اپنے جدِ بزرگوار کے جوار میں اطمینان و سکون کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ۵۰ھ میں آپ کی بیوی جعدہ بنت اشعث کندی نے باغوائے یزید بن معاویہ آپ کو زہر دیدیا۔ یزید نے اس کو ایک عورت کی زبانی کہلا بھیجا تھا کہ اگر تو زہر دے کر امام کا کام تمام کر دے گی تو میں تجھ سے نکاح کر لوں گا (۳)۔ اس کے سوا ایک لاکھ درہم کا بھی وعدہ کیا تھا (۴)۔ اس ناعاقبت اندیش بدنصیب نے مال و جاہ کی خواہش اور بادشاہ کی بیگم بننے کی لالچ میں اپنی عاقبت برباد کی اور جگر پارۂ زہراء بتولؓ کو زہر دے کر خسر الدنیا والآخرۃ کی مصداق ہوئی (۵)۔ فاضل۔

چھوڑا ان خون کے پیاسوں کو کہاں کے ازواج
مار ہی ڈالیں حسنؓ سا بھی جو شوہر پائیں

یوں تو آپ کو کئی بار زہر دیا گیا مگر ہر دفعہ باعانت ایزدی آپ اس کے ضرر سے محفوظ رہے۔ اس آخری مرتبہ اس بلا کا زہر تھا کہ آپ کے جسم میں پورا اثر کر گیا اور آپ کو مرض اسہال کبدی شروع ہو گیا۔ چالیس دن تک آپ اس مرض میں مبتلا رہے (۶)۔

رات دن میں چند بار خون سے طشت بھر جاتا تھا (۷)۔ قلب و جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر

(۱) خمیس (۲) امت کی مائیں (۳) تاریخ الخلفاء (۴) صواعق محرقہ (۵) سر الشہادتین (۶) خمیس (۷) حیاۃ الحیوان

کرتے تھے اور آپ ان ٹکڑوں کو لکڑی سے الٹ پلٹ کر دیکھتے تھے (۱)۔ جب حالت زیادہ خراب ہوگئی تو حضرت حسینؓ کو بلا کر ان سے اپنی حالت بیان کی۔ انہوں نے زہر دینے والے کا نام پوچھا تو فرمایا نام پوچھ کر کیا کرو گے؟ عرض کیا قتل کروں گا' فرمایا اگر زہر دینے والا وہی ہے جو میرے خیال میں ہے تو خدا منتقم حقیقی ہے وہی بدلہ لے گا۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ اپنے نفس کے واسطے اس کو قتل کروں اور اگر زہر دینے والا وہ نہ ہو جس پر میرا گمان ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کوئی ناکردہ گناہ پکڑا جائے لہذا میں اس کا نام ظاہر نہیں کرتا (۲)۔

آپ نے آبدیدہ ہو کر یہ بھی فرمایا کہ میں اب دنیا سے کوچ کرنے والا اور آخرت کی طرف روانہ ہونے والا ہوں۔ کیا ایسے وقت میں یہ مناسب ہے کہ چغلی کھاؤں اور کسی کا عیب ظاہر کروں (۳)۔

واہ کیا حلم ہے اپنا تو جگر کرے ہو — پھر بھی ایذائے ستمگر کے روادار نہیں

پھر فرمایا کہ بھائی میں تم کو قسم دلاتا ہوں کہ میرے بارے میں ایک چلو بھر خون بھی نہ گرنے پائے (۴)۔ حضرت حسنؓ کو اپنے جدامجد کے پہلو میں دفن ہونے کی بڑی تمنا تھی اس لیے جب زندگی سے مایوس ہوگئے تو اپنی نانی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حجرہ نبوی میں دفن ہونے کی اجازت چاہی۔ حضرت عائشہؓ نے خوشی کے ساتھ اجازت دیدی' اجازت ملنے کے بعد پھر وصیت کردی کہ جب میں مر جاؤں اور جنازہ تیار ہو تو پھر اجازت لینا ممکن ہے کہ میری زندگی میں مروت سے اجازت دیدی ہو اگر دوبارہ اجازت مل جائے تو مقبرۂ نبویؐ میں دفن کرنا' مگر مجھے خطرہ ہے کہ اس میں بنی امیہ مزاحم ہوں گے اگر ایسا اتفاق ہو تو لڑنا بھڑنا خوب نہیں بقیع الفرقد کے گور غریباں میں دفن کر دینا (۵)۔

اسی زمانہ میں حضرت امام حسنؓ نے خواب دیکھا تھا کہ آپ کی پیشانی پر قل ھو اللہ احد لکھا ہے بیدار ہوئے تو اس خواب سے بہت خوش ہوئے ' حضرت سعید بن مسیبؓ نے تعبیر دی کہ اب آپ کی عمر کا بہت ہی کم حصہ رہ گیا ہے چنانچہ آپ دو چار دن ہی زندہ رہے (۵)۔

بوقت رحلت آپ نے حضرت حسینؓ کو یہ بھی وصیت کی کہ عزیز بھائی خلافت درجہ بدرجہ

(۱) صواعق محرقہ (۲) خمیس (۳) سراج الملوک (۴) صواعق محرقہ (۵) استیعاب (۶) صواعق محرقہ



منتقل ہوتی ہوئی والد بزرگوار تک پہنچی مگر افسوس ہے کہ ان پر اتفاق نہ ہوا ان کے باقی ایام لڑائی میں گزرے اب میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ برکت نبوت اور خلافت کو ہمارے خاندان میں جمع نہ کرے گا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اہل کوفہ تمہاری بے قدری کریں گے اور تمہیں ضرور نکال دیں گے (۱)۔ جب ضروری وصیتوں سے فارغ ہوئے تو بجز کلمہ طیبہ کے اور بات زبان سے نہ نکالی بالآخر ۵ ربیع الاول ۵۰ھ بہ عمر ۴۷ سال اس مسند بے نیازی کے بادشاہ' جگر گوشہ رسولؐ نے دنیائے دنی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

**جنازہ پر جھگڑا:** وفات کے بعد امام حسینؓ نے وصیت کے مطابق دوبارہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اجازت مانگی آپ نے پھر فراخدلی کے ساتھ مرحمت فرمائی مگر یہ خبر مروان کو پہنچی تو اس نے کہا کہ کسی طرح روضہ نبوی میں دفن نہیں کئے جاسکتے۔ ان لوگوں نے عثمانؓ کو تو یہاں دفن نہ ہونے دیا اور حسنؓ کو دفن کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا' حضرت حسینؓ نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا' مروان بھی لڑنے پر آمادہ تھا قریب تھا کہ مسلمانوں میں کشت و خوں ہو جائے' اتنے میں مشہور صحابی حضرت ابوہریرہؓ پہنچ گئے اور چلائے کہ یہ کیا ظلم ہے' ابن رسول اللہ کو اس کے نانا کے پہلو میں دفن کرنے سے روکا جاتا ہے' پھر امام حسینؓ سے کہا کہ کیا آپ امام حسنؓ کی وصیت بھول گئے کہا گر خونریزی کا خطرہ ہو تو عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا' اس بر محل یاد دہانی پر امام حسینؓ کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ اس کے بعد سعید ابن العاصؓ عامل مدینہ نے نماز پڑھائی اور لاش مبارک جنت البقیع میں حضرت فاطمہ الزہراؓ کے پہلو میں سپرد خاک کی گئی (۲)۔ حضرت حسنؓ کی وفات پر مدینہ میں گھر گھر ماتم تھا بازار بند ہوگئے۔ گلیوں میں سناٹا چھا گیا۔ حضرت ابوہریرہؓ مسجد میں فریاد و فغاں کرتے تھے اور پکار پکار کر کہتے تھے کہ لوگو! آج رو لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب دنیا سے اٹھ گیا (۳)۔ امام حسنؓ کی شہادت کے بعد جعدہ نے یزید کے پاس کہلا بھیجا کہ میں نے اپنا کام کرلیا۔ اب آپ اپنا وعدہ وفا کیجئے۔ یزید نے جواب دیا میں حسنؓ کے پاس تیرے رہنے سے کب خوش تھا جو اپنے پاس رہنے سے خوش ہوں گا (۴)۔

گھر بھی چھوٹا دیار بھی چھوٹا — کیا غضب ہے کہ یار بھی چھوٹا

(۱) و (۲) استیعاب (۳) استیعاب و اسد الغابہ (۴) تہذیب التہذیب۔

**اولاد:** حضرت حسنؓ کے آٹھ صاحبزادے تھے حسن' زید' عمر' قاسم' ابوبکر' عبدالرحمن' طلحہ' عبداللہ۔ سلسلہ اولاد کا صرف حسن بن حسنؓ اور زید سے ہے۔

**غلط الزام:** عام طور پر یہ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے کہ حضرت معاویہؓ کے اشارہ سے حضرت امام حسنؓ کو زہر دیا گیا خال آنکہ روایتی و درایتی دونوں حیثیتوں سے یہ الزام بالکل لغو اور نا قابل اعتبار ہے۔ اس لیے کہ یہ واقعہ اتنا اہم ہونے کے باوجود بعض قدیم مورخوں نے سرے سے لکھا ہی نہیں اور جنہوں نے لکھا ہے وہ اس روایت کو خود قابل اعتبار نہیں سمجھتے۔ حدیث اور طبقات الرجال کی کتابوں میں سے مستدرک حاکم اور اصابہ میں ہے کہ" جب امام حسنؓ کو زہر دیا گیا تو جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر گرتے تھے۔" اسد الغابہ میں ہے" حسنؓ کی بیوی جعدہ نے آپ کو زہر پلا دیا۔" طبقات ابن سعد جو قدیم اور مستند ترین کتاب ہے اس میں بھی کسی زہر دینے والے کا نام مذکور نہیں تفصیلی مورخ علامہ احمد دینوری المتوفی ۲۸۱ نے اپنی کتاب اخبار الطوال میں سرے سے اس واقعہ ہی کا تذکرہ نہیں کیا ہے' تاریخ کامل میں بھی معاویہؓ کا ذکر نہیں صرف یہ لکھا ہے کہ جعدہ نے زہر دیا۔ البتہ تاریخ واقدی میں ہے کہ" حسنؓ نے زہر سے وفات پائی جسے ان کی بیوی نے پلایا تھا اور کہا گیا ہے کہ اس نے یہ فعل معاویہؓ کے حکم سے کیا تھا اور کہا گیا ہے کہ یزید کے حکم سے" یہ روایت خود واقدی کے پاس ضعیف اور مشتبہ ہے۔ اس لئے قیل یعنے کہا گیا کے ساتھ نقل کی ہے جو ضعف روایت کی دلیل ہے' علامہ ابن خلدون جو صحت روایت اور اصابت رائے کے اعتبار سے سب میں ممتاز ہیں اس طرح لکھتے ہیں کہ" اور یہ روایت کی معاویہؓ نے حسنؓ کی بیوی سے ملکر زہر دلایا...... بنائی ہوئی ہے جس کی کوئی اصلیت نہیں حاشا کہ معاویہؓ کی ذات سے اس کو کوئی تعلق ہو۔" غرض تمام مستند تاریخوں سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت معاویہؓ کے اشارہ سے زہر دیا گیا۔ اس کے علاوہ یہ مسلم ہے کہ حضرت امام حسنؓ نہایت صلح پسند تھے اور جنگ وجدل سے آپ کو طبعی نفرت تھی۔ اس لیے آپ خلافت جیسے رفیع اعزاز سے دستبردار ہو گئے تھے۔ آپ کی دستبرداری کے بعد دعوئے خلافت کا اندیشہ ہو سکتا تھا تو حضرت حسینؓ کی ذات گرامی سے اس لیے اگر امیر معاویہؓ آئندہ خطرہ سے بچنے کے لیے زہر دلواتے بھی تو امام حسینؓ کو نہ کہ امام حسنؓ کو جو معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو چکے تھے۔ طبری میں ہے کہ معاویہؓ نے اپنی وفات کے وقت یزید کو وصیت کی کہ اگر



حسینؓ تجھ سے مقابلہ کو آئیں تو ان سے درگذر سے کام لینا۔" قابل غور ہے کہ جو معاویہؓ یزید کو حضرت حسینؓ سے درگذر کرنے کی وصیت فرماتے ہوں انہوں نے خلافت سے بخوشی دستبردار امام حسنؓ کو کیوں زہر دلایا ہوگا جس میں معاویہؓ کے لیے سوائے وبال اخروی کے کوئی فائدہ متصور نہ تھا نہ ان کی ذات کے لیے نہ سلطنت کے واسطے۔ غرض عقلی اور نقلی دونوں اعتبار سے یہ روایت بالکل بے حقیقت ہے۔

# از مؤلف

لختِ دل حضرت علیؓ حضرت حسینؓ بن علیؓ  ہیں مظہر نور نبیؐ حضرت حسنؓ ابن علیؓ
زہراؓ کے نور عین ہیں' آل شہ کونین ہیں  حضرت حسنؓ ابن علیؓ حضرت حسنؓ ابن علیؓ
جو عرش بر حق سے ملے وہ آپ کو کاندھے پہ لے  اللہ ری قسمت آپ کی حضرت حسنؓ ابن علیؓ
جود و سخاوت آپ کی مفلس کو بھی کر دے غنی  بے شک سخی ابن سخی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ
دو بار تو بہر خدا' کل مال اپنا دے دیا  آدھا دیا تم نے کبھی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ
دیگر ہزاروں روپیہ' کل مال اپنا دے دیا  ہے عطا یہ بھی یوں ہی سی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ
سو اونٹ مع راعی دیئے' اس میزباں کو آپ نے  کچھ مہمانی جس نے کی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ
اس مہربانی کا صلہ اک باغ اسے تم نے دیا  کتے کو روٹی جس نے دی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ
پچیس حج پیدل کئے' اسپ و شتر کو ساتھ تھے  بے مثل تھی یہ رہروی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ
گو معتکف مسجد میں تھے' لیکن یہ نیکی چھوڑ کے  حاجت روائی تم نے کی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ
چھوڑی خلافت آپ نے' سب کو بچایا قتل سے  ہمت تھی ہمت آپ کی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ
قدرت کی یہ نیرنگیاں' ہو گھر کی بیوی جاں ستاں  پھر جان بھی جان آپ کی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ
مگر یزید پہ دغا' بی بی کو کر لے ہم نوا  ہو یوں شہادت آپ کی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ
اب کون ہمدردی کرے' جب زہر دیکر جان لے  بیوی رفیق زندگی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ
خواہش میں مال و جاہ کی' یوں زندگی برباد کی  کمبخت کی کیا عقل تھی' حضرت حسنؓ ابن علیؓ

تھا زہر کا اتنا اثر، کٹ کر گرے لخت جگر — اف تک مگر تم نے نہ کی، حضرت حسنؓ ابن علیؓ
قاتل کو اپنے غیر سے، پوشیدہ رکھا آپ نے — دشمن پہ بھی رحمت ہی کی، حضرت حسنؓ ابن علیؓ
جہری شہادت کا مزہ "شبیرؓ" نے حاصل کیا — سری شہادت تم نے لی، حضرت حسنؓ ابن علیؓ
حاصل ہوں تا یہ مرتبے نانا شہ دیںؐ کے لیے — کم ہو نہ شان اسلام کی، حضرت حسنؓ ابن علیؓ
برکت ہے نام پاک کی، دیکھا جو حرف آخری — تاریخ رحلت مل گئی، حضرت حسنؓ ابن علیؓ
فاضلؔ فقیر بے نوا، بے حد ہے مشتاق لقا — اب ہو عنایت اس پہ بھی حضرت حسنؓ ابن علیؓ ۵۰ھ

فقیر محمد حسام الدین فاضلؔ

حسامیہ منزل۔ حیدر آباد دکن

یکم محرم الحرام ۱۳۵۳ھ



# تذکرۂ
# حضرت سیدنا اِمام حسین رضی اللہ عنہ

## جس میں

جگر گوشہ رسول الثقلینؐ سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے حالات، اخلاق وفضائل اور واقعاتِ شہادت معتبر کتب سے نہایت صحت کے ساتھ مع حوالۂ کتب نہایت دردانگیز پیرائے میں بیان کئے گئے ہیں۔


مؤلفہ

## حضرت مولانا حسام الدین فاضلؒ

(ادیب ومولوی فاضل واعظ مشہور حیدر آبادی)

موظف استاذ فقہ وتفسیر جامعہ عثمانیہ



باہتمام

## حضرت علامہ حسام الدین فاضلؒ اکیڈیمی

پبلیشر

RAH (راہ) پبلیشرز، حسامیہ منزل، پنجہ شاہ، حیدر آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

# حضرت سیدنا اِمام حسین رضی اللہ عنہ

**نام نسب ولادت:** حسین نام۔ اور عبداللہ کنیت سید و شہید لقب آپ کے والد علی مرتضیٰؓ اور والدہ ماجدہ سیدہ بتول فاطمہ زہراؓ جگر گوشہ رسول تھیں۔ اس لحاظ سے آپ کی ذات گرامی دوہرے شرف کی حامل تھی۔

علیؓ کا لخت جگر فاطمہ کا نور العین — دریگانہ و یکتائے مجمع البحرین

آپ ہجرت کے چوتھے سال شعبان کی چوتھی تاریخ منگل کے روز مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے (۱)۔ ولادت باسعادت کی خبر سنکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمانے لگے ''بچے کو دکھاؤ'' پھر تو مولود صاحبزادے کو گود میں لے کر کانوں میں اذان دی' اس طرح پہلی مرتبہ خود زبان وحی والہام نے اس مبارک بچے کے کانوں میں توحید الٰہی کا صور پھونکا۔ درحقیقت اسی صور کا اثر تھا کہ۔

سرداد نہ دادوست دردستِ یزید — حقا کہ بنائے لاالٰہ است حسینؓ

والدین نے حرب نام رکھا تھا۔ آپ نے بدلکر حسینؓ رکھا (۲)۔ حسن و جمال میں آپ سینے سے پاؤں تک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے (۳)۔ چہرہ مبارک ایسا تاباں تھا کہ لوگ روشنی میں راہ چلتے تھے (۴)۔

**فضائل:** امام ہمام کی ذات گرامی مجمع فضائل تھی' علم وعمل' زہد وتقویٰ' جود وسخا' شجاعت وقوت' اخلاق ومروت' صبر وشکر' حلم وحیا' غرض ہر فضیلت میں آپ کو کمال حاصل تھا۔

(۱) شواہد النبوۃ' داستان غم (۲) اسد الغابہ (۳) ترمذی شریف (۴) شواہد النبوۃ۔



حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر معمولی محبت وشفقت آپ کی کتاب فضیلت کا جلی عنوان ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (۱) اہل بیت میں مجھ کو حسنؓ وحسینؓ سب سے زیادہ محبوب ہیں (۱)۔ (۲) میں ان کو محبوب رکھتا ہوں اس لئے تو بھی انہیں محبوب رکھ اور ان کے محبوب رکھنے والوں کو بھی محبوب رکھ (۲)۔ (۳) حسنؓ وحسینؓ میری جنت کے دو پھول ہیں (۳)۔ (۴) حسنؓ وحسینؓ نوجوانان جنت کے سردار ہیں (۴)۔ (۵) حسین مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں' جو شخص حسینؓ کو دوست رکھتا ہے خدا اس کو دوست رکھتا ہے (۵)۔ عراق کے رہنے والوں میں سے ایک شخص نے عبداللہ ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں مچھر کو مار ڈالے اس کا کیا کفارہ ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے کہا اہل عراق پر افسوس ہے مچھر کے متعلق فتویٰ پوچھتے ہیں اور رسول خدا کے نواسے حسینؓ کو قتل کر دیا ہے۔ حالانکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے حسنؓ وحسینؓ دنیا میں میرے دو پھول ہیں (۶)۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ کو سیدھے کاندھے پر اور امام حسینؓ کو بائیں پر بٹھا لیا تھا' حضرت یعلیٰ بن مرۃؓ نے کہا صاحبزادے تمہاری سواری کتنی بہتر ہے حضورؐ نے فرمایا دونوں سوار بھی بہتر ہیں اور ان کے والدین ان سے بہتر ہیں (۷)۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسینؓ کا ہاتھ لیکر فرماتے کہ اے نور نظر سوار ہو پس حسینؓ اپنے پاؤں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک پر رکھ دیتے پھر حضورؐ آپ کو اٹھا کر اپنے سینہ مبارک پر بٹھا لیتے اور فرماتے خداوندا میں اس کو دوست رکھتا ہوں تو بھی دوست رکھ (۸)۔

**صحابہ کرام کا امام کی تعظیم کرنا:** حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں امام حسینؓ کی عمر ۷/۸ سال سے زیادہ نہ تھی۔ تاہم جزء رسولؐ کی حیثیت سے آپ حضرت حسینؓ کو بہت مانتے تھے اور فرمایا کرتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کی تعظیم کرو (۹)۔

حضرت عمرؓ حضرت حسنؓ وامام حسینؓ پر بے انتہا شفقت فرماتے تھے اور ان کی فضیلت و استحقاق اعلیٰ کو کسی طرح کم نہ ہونے دیتے۔ چنانچہ جب بدری صحابہؓ کے لڑکوں کا دو دو ہزار روپے

(۱) ترمذی (۲) صحیح مسلم (۳) صحیح بخاری (۴) ترمذی (۵) ترمذی (۶) بخاری۔ ترمذی (۷) طبرانی۔ داستان غم (۸) استیعاب' داستان غم (۹) بخاری۔

وظیفہ مقرر کیا تو دونوں صاحبزادوں کو محض قرابت رسولؐ کے لحاظ سے پانچ ہزار روپے ماہوار مقرر فرمایا(۱)۔

ایک دفعہ یمن سے چادریں آئیں حضرت عمرؓ نے تمام صحابہ میں تقسیم کر دیں۔ چادریں بڑی تھیں اور ان میں سے کوئی حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے لائق نہ تھیں۔ حضرت عمرؓ قبر اور منبر نبوی کے درمیان تشریف فرما تھے لوگ ان چادروں کو پہن پہن کر شکریہ کے طور پر آ کر سلام کرتے تھے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ مجھے تمہیں چادریں پہنا کر خوشی نہیں ہوئی۔ کیونکہ ان دونوں صاحبزادوں کے جسم ان چادروں سے خالی ہیں اس کے بعد فوراً حاکم یمن کو حکم بھیجا کہ جلد سے جلد حسینؓ کے اندازہ کے مواقف چادریں بنوا کر بھیجئے" چنانچہ وہ چادریں آئیں اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے پہنیں تو حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ جب تک یہ چادریں ان پر نہ دیکھیں طبیعت خوش نہ ہوئی (۲)۔

حضرت عمرؓ امام حسنؓ امام حسینؓ کو اپنے صاحبزادے عبداللہ سے بھی زیادہ مانتے تھے حالانکہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ان دونوں سے عمر میں زیادہ اور ذاتی کمال میں صحابہ کے پاس مسلم تھے (۳)۔

ایک مرتبہ حضرت حسینؓ حضرت عمرؓ کے پاس گئے اور دیکھا کہ عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو اندر نہیں بلایا ہے اس لیے وہ دروازے پر کھڑے ہیں حسینؓ بھی ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور بغیر ملاقات کیئے انہیں کے ساتھ واپس چلے گئے۔ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو آدمی بھیج کر آپ کو بلایا اور پوچھا کہ آپ واپس کیوں لوٹ گئے انہوں نے جواب دیا امیر المومنین! میں حاضر ہوا تھا اور دیکھا کہ آپ کے صاحبزادے کو بھی اندر آنے کی اجازت نہ تھی اس لیے میں عبداللہؓ کے ساتھ کھڑا رہا پھر انہیں کے ساتھ واپس ہو گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آپ کو ان کا ساتھ دینے کی کیا ضرورت تھی میرے پاس آنے کی اجازت حاصل کرنے کے ابن عمرؓ سے زیادہ آپ حقدار تھے ہماری بزرگی تو خدا کے بعد آپ سے ہی ہے (۴)۔

ایک دن مال غنیمت تقسیم کرنے لگے تو امام حسنؓ سے دینا شروع کیا اور ان کو ہزار درہم دیئے پھر امام حسینؓ کو ہزار درہم دیئے جب اپنے بیٹے عبداللہؓ کی باری آئی پانچ سو درہم ان کو

(۱) فتوح البلدان (۲) ابن عساکر و ازالۃ الخفاء (۳) ازالۃ الخفاء (۴) ازالۃ الخفاء و اصابہ



دیئے۔ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین میں قوی آدمی ہوں جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تلوار ماری ہے اور امام حسنؓ اور امام حسینؓ تو اس وقت بچے تھے جو مدینہ کی گلیوں میں کھیلتے پھرتے تھے۔ ان کو ہزار درہم دیئے گئے اور مجھ کو پانچ سو یہ میرے حق سے کم ہے۔ حضرت عمرؓ جوش میں آئے اور فرمانے لگے جا تو بھی ان کے باپ جیسا باپ' ان کی ماں جیسی ماں' ان کے نانا جیسے نانا' ان کی نانی جیسی نانی' ان کے چچا جیسے چچا' ان کے ماموں جیسا ماموں' ان کی خالہ جیسی خالہ لے آ' جس کو تو نہیں لا سکے گا۔ تجھے معلوم نہیں ان کا باپ علی مرتضیٰ' ماں فاطمۃ الزہرؓ' نانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم' نانی خدیجۃ الکبریٰؓ' چچا جعفر طیارؓ' ماموں ابراہیم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' خالہ ام کلثومؓ اور رقیہؓ رسول اللہ کی بیٹیاں ہیں (۱)۔

حضرت عمرو بن العاصؓ ایک دن کعبہ شریف کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے دیکھا کہ حضرت حسینؓ تشریف لا رہے ہیں۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا کہ یہ شخص (یعنی حسینؓ) آسمان والوں کے پاس تمام زمین والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہے (۲)۔

حضرت ابوہریرہؓ امام حسینؓ کے نعلین مبارک سے خاک صاف کرتے۔ امام منع فرماتے تو کہتے کہ خدا کی قسم جو میں جانتا ہوں لوگوں کو معلوم ہو جائے تو آپ کو اپنی گردنوں پر سوار کر لیں گے (۳)۔

حضرت معاویہؓ اور امام حسینؓ کے تعلقات ہمیشہ نہایت خوشگوار رہے۔ امیر معاویہؓ کے زمانے کی اکثر لڑائیوں میں حضرت حسینؓ برابر شریک ہوتے تھے چنانچہ ۴۹ھ میں قسطنطنیہ کی مشہور مہم میں مجاہدانہ شرکت کی تھی (۴)۔

حضرت امام حسنؓ نے خلافت سے دست برداری کے وقت امام حسینؓ کے لیے جو رقم مقرر کروائی تھی امیر معاویہؓ برابر آپ کو بھیجتے تھے بلکہ اس رقم کے علاوہ بھی مسلوک ہوتے رہتے تھے (۵)۔

اپنی وفات کے وقت امیر معاویہؓ نے حضرت حسینؓ کے بارے میں یزید کو ان الفاظ میں وصیت کی تھی کہ عراق والے حسینؓ کو تمہارے مقابلہ میں لا کر چھوڑیں گے لیکن جب وہ تمہارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگذر سے کام لینا کیونکہ وہ قرابتدار ہیں ان کا بڑا حق ہے اور وہ رسولؐ کے عزیز ہیں (۶)۔

(۱) ازالۃ الخفاء (۲) و (۳) داستان غم (۴) طبری (۵) طبری (۶) طبری و الفخری

**عبادت:** حضرت امام حسینؓ کو تمام عبادات خصوصاً نماز کا بڑا شوق تھا۔ نماز کی تعلیم بچپن سے خود صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے حاصل کی تھی۔ اسی کا اثر تھا شب و روز میں ایک ایک ہزار نوافل ادا فرماتے تھے (۱) روزے بھی کثرت سے رکھتے، حج بھی بکثرت کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے پچیس حج پا پیادہ ادا کیے (۲)۔

**جود و سخا:** مالی اعتبار سے آپ کو خدا نے جیسی فارغ البالی عطا فرمائی تھی ویسی ہی آپ اس کی راہ میں کثرت سے خیرات کرتے تھے (۳) کوئی سائل بھی آپ کے دروازہ سے ناکام واپس نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک سائل در دولت پر حاضر ہوا اس وقت آپ نماز میں مشغول تھے۔ سائل کی صدا سُن کر جلدی جلدی نماز ختم کر کے باہر نکلے اور خادم قنبر سے پوچھا کیا ہمارے اخراجات میں سے کچھ باقی رہ گیا ہے؟ قنبر نے جواب دیا کہ آپ نے دو سو درہم گھر والوں کو تقسیم کرنے کے لیے دیئے تھے وہ ابھی تقسیم نہیں کیئے گئے ہیں فرمایا ان کو لے آؤ' ان سے زیادہ ایک مستحق آ گیا ہے' چنانچہ اسی وقت دو سو کی تھیلی منگوا کر سائل کے حوالے کر دی اور معذرت کی کہ اس وقت ہمارا ہاتھ خالی ہے اس لیے اس سے زیادہ خدمت نہیں کر سکتے (۴)۔

ایک دفعہ آپ نے دیکھا کہ ایک شخص دس ہزار درہم کے لیے خدائے تعالیٰ سے دعا کر رہا تھا آپ مکان تشریف لائے اور دس ہزار درہم غلام کے ہاتھ سائل کے پاس بھجوا دیے۔ ایک موقع پر پچاس ہزار درہم ایک سائل کو عطا فرمائے (۵)۔

**تواضع:** آپ حد درجہ متواضع اور منکسر المزاج تھے ادنیٰ' ادنیٰ اشخاص سے بے تکلف ملتے۔ ایک مرتبہ کسی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں کچھ فقرا کھانا کھا رہے تھے۔ حضرت حسینؓ کو دیکھ کر انہیں بھی مدعو کیا' ان کی درخوست پر آپ فوراً سواری سے اتر پڑے اور کھانے میں شرکت کر کے فرمایا۔ تکبر کرنے والے کو خدا دوست نہیں رکھتا (۶)۔

**عفو و کرم:** ایک مرتبہ آپ جبکہ اپنے مہمانوں کے ساتھ تشریف فرما تھے آپ کا غلام گرم گرم آش کا پیالہ دسترخوان پر رکھنے کے لیے لایا تھا تو اس کے ہاتھ سے امام کے سر پر گر گیا اور تمام آش چہرۂ مبارک پر بہہ گئی امامؓ نے غلام کی طرف نظر کی تو کہا "الْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ" (متقی لوگ) غصے کو ضبط

(۱) تہذیب الکمال (۲) تہذیب الاسماء للنووی و اسد الغابہ (۳) ابن عساکر (۴) ابن عساکر (۵) ابن عساکر (۶) ابن عساکر



کرنے والے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا میں نے غصہ کو ضبط کر لیا۔ غلام نے کہا "وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ" اور لوگوں کے قصور معاف کرنے والے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "میں نے تیرا قصور معاف کر دیا" غلام نے آیت کا تتمہ پڑھ دیا "وَاللّٰہُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ" اللہ تعالیٰ احسان کرنے والے کو دوست رکھتا ہے" آپ نے اسی وقت غلام کو آزاد کر دیا اور انعام بھی عطا کیا (۱)۔

**ذریعہ معاش:** حضرت امام حسینؓ مالی حیثیت سے ہمیشہ فارغ البال رہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں پانچ ہزار ماہانہ وظیفہ مقرر کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں بھی یہی ملتا رہا اس کے بعد حضرت امام حسنؓ نے خلافت سے دست برداری کے وقت امیر معاویہؓ سے ان کے لیے دو لاکھ سالانہ مقرر کرا دیے تھے غرض اس حیثیت سے آپ کی زندگی مطمئن تھی (۲)۔

**ایثار و حق پرستی:** آپ کی کتاب فضائل اخلاق کا نہایت جلی عنوان ہے۔ اس کی مثال کے لیے واقعہ شہادت کافی ہے کہ حق کی راہ میں سارا کنبہ تہ تیغ کرا دیا لیکن ظالم حکومت کے مقابلہ میں سپر نہ ڈالی۔

# واقعہ شہادت

یہ قصہ وہ نہیں تم جس کو قصہ خواں سے سنو
ستم زدوں کی کہانی مری زباں سے سنو

**یزید کی تخت نشینی:** رجب ۶۰ھ میں حضرت معاویہؓ کا انتقال ہوا ان کے بعد یزید ان کا جانشین ہوا۔ تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی حاکم مدینہ ولید کے نام حضرت امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے بیعت لینے کا تاکیدی حکم بھیجا۔ کیونکہ بیعت نہ کرنے کی صورت میں ان کی جانب سے دعوئے خلافت اور حجاز میں یزید کی مخالفت کا خطرہ تھا۔ ابھی تک مدینہ منورہ میں امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر نہ پہنچی تھی ولید اس حکم سے بہت گھبرایا۔ کیونکہ اس کے لیے اس حکم کی تعمیل بہت مشکل تھی۔ اس لیے اپنے نائب مروان سے مشورہ کیا۔ مروان نہایت سنگدل اور سخت مزاج تھا۔ اس نے کہا ان لوگوں کو اسی وقت بلا کر ان سے بیعت کا مطالبہ کرو۔ اگر مان جائیں فبہا ورنہ قتل کر دو۔ اگر ان کو معاویہؓ کی خبر مل گئی تو پھر ان میں سے ہر شخص ایک ایک مقام پر خلافت کا مدعی بن کر کھڑا ہو جائے گا اور اس وقت سخت دشواری پیش آئے گی۔ اس مشورہ کے بعد ولید نے ان دونوں کو بلا بھیجا۔ یہ طلبی ایک

(۱) اخلاق محسنی (۲) سیر الصحابہ

غیر معمولی وقت میں تھی۔ اس کے علاوہ حضرت امیر معاویہؓ کی علالت کی خبریں مدینہ آچکی تھیں' ان قرینوں سے دونوں صاحبین سمجھ گئے کہ امیر معاویہؓ کا انتقال ہوگیا ہے اور انہیں اس لیے بلایا گیا ہے کہ موت کی خبر مشہور ہونے سے پہلے یزید کی بیعت ان سے لے لی جائے۔ سیدنا امام حسینؓ اپنی حفاظت کا مکمل سامان کر کے ولید کے پاس پہنچے اور مکان کے باہر آدمیوں کو متعین کر دیا تا اگر کوئی ناگوار صورت پیش آئے تو وہ لوگ فوراً آپ کی آواز پر پہنچ جائیں' ولید نے انہیں امیر معاویہؓ کی موت کی خبر سنا کر یزید کی بیعت کے لیے کہا اور امام نے تعزیت کے بعد عذر کیا کہ مجھ جیسا شخص چھپ کر بیعت نہیں کرسکتا۔ جب تم عام بیعت کے لیے لوگوں کو بلاؤ گے تو میں بھی آجاؤں گا اور مسلمان جو صورت اختیار کریں گے اس میں مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ ولید نرم خو اور صلح پسند آدمی تھا امام سے کہا کہ آپ تشریف لے جایئے۔ آپ کے چلے جانے کے بعد مروان نے ولید سے کہا تم نے میرا کہا نہ مانا اب ایسا موقع نہ ملے گا۔ ولید بولا مجھے پسند نہیں کہ بیعت نہ کرنے پر حسینؓ کو قتل کروں' خدا کی قسم مجھے تمام جہاں کے ملک و مال کے بدلے میں بھی حسینؓ کا قتل منظور نہیں (۱)۔

تو گری نہ بمال است نزد اہل کمال      کہ مال تالب گور است و بعد از اں اعمال

**امام کا سفر مکہ:** ولید کے پاس سے آنے کے بعد حضرت امام حسینؓ اور کشمکش میں پڑ گئے ایک طرف آپ یزید کی بیعت کو دل سے ناپسند کرتے تھے دوسری طرف جمہور امت کے خلاف بھی جانا نہیں چاہتے تھے۔ تیسرے اہل عراق خود آپ کو خلیفہ بنانے پر آمادہ تھے اور آپ کے پاس اس مضمون کے بہت سے خطوط آچکے تھے کہ آپ ظالم حکومت کے مقابلہ میں خلافت قبول کیجئے' اسی کشمکش و پریشانی میں اہل و عیال اور عزیز و اقربا کو لیکر نکل کھڑے ہوئے اور حرم محترم مقام امن ہونے کی وجہ سے مدینہ طیبہ چھوڑ کر مکہ جانے کا قصد کرلیا۔ چنانچہ ۴ رشعبان ۶۰ھ کو مکہ روانہ ہوگئے۔ اس وقت مدینہ کے درودیوار اور اس کے رہنے والے زبان حال سے کہہ رہے تھے۔

اے تماشا گاہ عالم روئے تو      تو کجا بہر تماشائی روی

راستہ میں عبداللہ بن مطیع نے عرض کی میں آپ پر قربان کہاں کا قصد ہے فرمایا فی الحال مکہ جاتا ہوں۔ عبداللہ نے کہا خیر' مگر خدا کے لیے کوفہ کا قصد نہ کرنا" وہ منحوس شہر ہے وہاں آپ

(۱) تاریخ کامل و داستان غم۔



کے والد شہید ہوئے آپ کے بھائی سے دغا کی گئی' آپ مکہ کے سوا کہیں کا قصد نہ فرمائیں' اگر آپ شہید ہوگئے تو پھر ہمیں کون پوچھتا ہے ہمیں تو آپ کے بعد غلام بنالیں گے (۱)۔

بالآخر امام ہمام مکہ پہنچ کر ساتویں ذی الحجہ تک امن و امان کے ساتھ قیام فرما رہے۔

**حضرت مسلمؓ کی کوفہ کو روانگی:** جب کوفیوں کو امام کے بیعت نہ کرنے اور مکہ معظمہ تشریف لانے کی خبر پہنچی تو ان کے سرداران قبائل و دیگر سو خط پے در پے جو امیر معاویہؓ کے فوت ہونے کی تہنیت اور امام حسینؓ کی طلب میں شامل تھے بھیجے' امام نے جواب میں لکھا کہ میں تمہاری کیفیت سے واقف ہوا اور میرے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں۔ اگر یہ تمہارا معاملہ ٹھیک دیکھ کر اطلاع کریں گے تو میں بھی جلد آجاؤں گا اور حق بات تو یہ ہے کہ امام وہی ہے جو قرآن پر عامل ہو اور دین حق اور انصاف کا پابند ہو۔ پھر امامؓ نے حضرت مسلمؓ کو کوفہ روانہ کردیا۔ تا براہ راست حالات کا صحیح اندازہ لگا کر اطلاع دیں اور اگر حالات کا کچھ رخ بدلا ہوا دیکھیں تو لوٹ آئیں۔ چنانچہ حضرت مسلمؓ دو شخصوں کو اجرت دیکر راہ بتانے کے لیے اپنے ہمراہ لے کر کوفے کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں بڑی دشواریاں پیش آئیں۔ دونوں راہبر راہ بھول گئے اور گرمی کی شدت اور پانی کی قلت کی وجہ سے دونوں آدمی ہلاک ہوگئے اور مرتے مرتے آپ کو پانی کی طرف راہ بتاگئے۔

تنہائی ہے غریبی ہے صحرا ہے خار ہے      کون آشنائے حال ہے کس کو پکارے

حضرت مسلمؓ بڑی مشکل سے پانی کے پاس پہنچے اور وہاں توقف کر کے حضرت حسینؓ کو خط لکھا کہ یہ مصیبتیں پیش آئیں۔ آئندہ اس سے زیادہ مصائب کا اندیشہ ہے۔ بہتر یہ ہوتا کہ خدمت کسی دوسرے کے سپرد کردی جائے' امامؓ نے جواب میں لکھا کہ جس کام کے لیے نکلے ہو اسے پورا کرنا چاہیے۔ حضرت مسلمؓ منزل بہ منزل آخر کوفہ پہنچے۔

**کوفیوں کی شرارت اور مسلمؓ کی شہادت:** کوفہ والے چشم براہ ہی تھے مسلمؓ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور ان کے پہنچتے ہی کوفہ میں ایک لہر دوڑ گئی' لوگ جوق در جوق حضرت مسلمؓ کے پاس آنے لگے۔ جب امام کا خط انہیں پڑھ کر سناتے تو وہ رونے لگتے اور آپ کی ہمراہی میں لڑنے مرنے کا وعدہ کرتے۔ چنانچہ اٹھارہ ہزار شخصوں نے حضرت مسلمؓ کے ہاتھ بیعت کی۔ مسلمؓ نے یہ

(۱) تاریخ کامل و داستان غم

حالت دیکھی تو حضرت امام حسینؓ کو ایک خط روانہ کیا'' کہ تمام اہل کوفہ میرے آنے سے بہت خوش ہیں اور آپ کے آنے کے منتظر ہیں''۔ اس کے بعد حکومت کے جاسوسوں نے یزید کو خبر دی کہ حسینؓ نے مسلمؓ کو بھیجا ہے۔ کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیرؓ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں سلطنت کی بقا منظور ہے تو کوئی زبردست حاکم بھیج' اس نے عبداللہ بن زیاد کو حاکم بنا کر بھیجا اور کہا کہ مسلمؓ کو کوفے سے نکال دے یا شہید کردے جب ابن زیاد کوفہ پہنچا امام مسلم کے ساتھ اٹھارہ ہزار کی جمعیت پائی امیروں کو دھمکانے پر مقرر کیا' کسی کو دھمکی دی کسی کو لالچ سے توڑا یہاں تک کہ مسلمؓ کے پاس تیس آدمی رہ گئے مغرب کا وقت آ گیا تو حضرت مسلمؓ نماز میں مشغول ہوئے نماز فارغ ہو کر دیکھا تو صرف دس آدمی ساتھ تھے تھوڑی دیر میں وہ بھی فرار ہو گئے اور رہنمائی کے لیے بھی کوئی باقی نہ رہا' رات کی اندھیری میں بیکس و تنہا کوفے کی گلیوں میں حیران و پریشان پھرتے تھے اور کوئی پرسان حال نہ تھا یہاں تک کہ ایک ضعیفہ کے دروازے پر پہنچے جس کا نام طوعہ تھا۔ آپ نے اسے سلام کر کے پانی طلب کیا' اس نے پانی پلایا' پھر آپ بیٹھ گئے' اس نے کہا جب آپ پانی پی چکے ہیں اپنے گھر تشریف لیجائیے آپ خاموش رہے تو اس نے کہا میں آپ کو اپنے دروازے پر بیٹھنے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ فرمایا کہاں جاؤں اس شہر میں میرا گھر ہے نہ قرابت دار۔ اگر تو اپنے گھر میں مجھے جگہ دے تو بڑا احسان ہوگا۔ میں مسلمؓ بن عقیل ہوں۔ اس قوم نے مجھ سے بے وفائی کی اور بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ طوعہ کو رحم آ گیا اور آپ کو اپنے گھر میں پناہ دی۔ ابن زیاد کو اس کی خبر ہو گئی تو عبدالرحمن بن اشعث کے ہمراہ تین سو آدمیوں کو بھیجا کہ مسلمؓ کو اسی وقت لے آئیں۔

فوج نے طوعہ کے گھر کو گھیر لیا۔ مسلمؓ کو آوازیں پہنچیں۔ تلوار لیکر اٹھے اور ان مکان سے دور کر دیا۔ کچھ دیر بعد پھر جمع ہو کر آئے' شیر خداؓ کا بھتیجا پھر تیغ بکف اٹھا اور آن کی آن میں سب کو پریشان کر دیا کئی بار ایسا ہی ہوا آخر ایک موذی نے آپ کے منہ پر تلوار ماری جس سے آپ کا ہونٹ کٹ گیا اور دو دانت گر گئے۔ جب آپ کا یہ حال ہوا تلوار لے کر گھر سے باہر نکلے اور ان سے مقابلہ شروع کیا۔ ظالموں نے ہر طرف سے آپ پر پتھر پھینکنے شروع کیئے۔ جب جسم مبارک زخموں سے چور چور ہو گیا تو آپ تھک کر ایک دیوار سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے۔ ابن اشعث نے آپ کو امن دیکھ کر دھوکے سے گرفتار کر لیا اور تلوار چھین لی۔ آپ نے فرمایا یہ پہلا مکر ہے' پھر آپ زندگی سے مایوس ہو کر



رونے لگے۔ کسی نے کہا آپ جیسا بہادر روئے۔ فرمایا میں اپنی جان کے لیے نہیں روتا ''آبکی للحسین وال حسین'' حسین کے لیے اور ان کی اولاد کے لیے رو رہا ہوں۔ جب مسلمؓ ابن زیاد کے دروازے پر لائے گئے وہاں ایک گھڑے میں ٹھنڈا پانی دیکھا فرمایا مجھے اس میں سے تھوڑا پانی دو ایک شخص کو ترس آیا پانی کا پیالہ پیش کیا۔ جب آپ پینے لگے تو زخموں کے سبب پیالہ خون سے بھر گیا۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ فرمایا خدا ہی کو منظور نہیں جب آپ کو ابن زیاد کے پاس لے گئے سلام نہ کیا۔ وہ بھڑکا اور کہا تم ضرور قتل کیئے جاؤ گے' فرمایا تھوڑی مہلت دے تاکہ کچھ وصیت کر لوں جب اجازت ملی مسلمؓ نے عمر ابن سعد سے کہا کہ کوفے میں میں نے سات سو روپے قرض لیے ہیں وہ میرے ہتھیار اور گھوڑا بیچ کر ادا کر دینا اور بعد قتل میری لاش ابن زیاد سے لیکر دفن کر دینا۔ تیسری وصیت یہ ہے کہ کسی کو حسینؓ کے پاس بھیجنا تھا میرے حال کی اطلاع کرے اور یہاں آنے سے منع کر دے' بالآخر ابن زیاد نے جلادوں کو حکم دیا کہ انہیں محل کی بالائی منزل پر لیجا کر قتل کرو اور قتل کے بعد ان کا دھڑ نیچے پھینک دو مسلمؓ مظلوم ایک ایک سیڑھی چڑھتے جاتے اور استغفار و تسبیح اور درود و سلام پڑھتے جاتے تھے۔ آخر جلاد نے مقام قتل پر لیجا کر گردن ماری اور سر کے ساتھ دھڑ بھی نیچے پھینک دیا۔ اس دردناک طریقہ پر حسینؓ کا ایک نہایت ہی قوی بازو ٹوٹ گیا(۱)۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''

**امام کا سفر کوفہ:** حضرت مسلمؓ نے اپنی گرفتاری سے قبل حضرت حسینؓ کو خط لکھ بھیجا تھا کہ تمام شہر آپ کی تشریف آوری کا منتظر ہے فوراً تشریف لائیے۔ سیدنا حسینؓ نے یہ خط پا کر سفر کوفہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نہایت عاجزی سے روکنا چاہا اور عرض کی خدا کے لیے اس ارادہ سے باز آئیے اگر کوفیوں نے شامی حاکم کو قتل کر کے شہر پر قبضہ کر لیا ہو تو بخوشی جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ یہ بلانے والے ہی مقابل آئیں گے' فرمایا میں استخارہ کرونگا۔ عبداللہ بن عباسؓ پھر آئے اور کہا بھائی صبر کرنا چاہتا ہوں مگر صبر نہیں آتا مجھے اس روانگی میں آپ کے شہید ہونے کا اندیشہ ہے' کوفی بدعہد ہیں آپ عرب ہی میں قیام کیجئے اگر تشریف ہی لے جانا چاہتے ہیں تو یمن کا قصد فرمائیے کیونکہ وہاں آپ کے لوگ بہت ہیں۔ امامؓ نے فرمایا میں آپ کو ناصح مشفق جانتا ہوں لیکن اب تو میں ارادہ کر چکا ہوں' حضرت ابن عباسؓ جب بالکل مایوس ہو گئے تو فرمایا

(۱) تاریخ کامل وطبری و داستان غم۔

"اچھا اگر جاتے ہی ہو تو عورتوں اور بچوں کو ساتھ نہ لیجاؤ تا کہ ان کے سامنے قتل نہ کر دیے جاؤ اور وہ غریب دیکھتے ہی دیکھتے رہ جائیں"۔ امامؓ نے یہ بھی منظور نہ کیا۔

عمرو بن عبدالرحمٰن اور عبداللہ بن زبیرؓ نے بھی اسی طرح گزارشیں کیں مگر منظور نہ ہوئیں اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور دوسرے خاص خاص ہوا خواہوں نے بھی روکنا چاہا لیکن قضائے الٰہی نہیں ٹل سکتی تھی(۱)۔

غرض آٹھویں ذی الحجہ ۶۰ھ کو کاروان اہل بیت مکہ معظمہ سے کوفے کو روانہ ہوا۔ امامؓ تھوڑی دور پہنچے تھے کہ فرزدق شاعر کوفے سے آتے ہوئے ملے' آپ نے کوفیوں کا حال پوچھا' عرض کی ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنی امیہ کے ساتھ۔ قضا آسمان سے اترتی ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے(۲)۔

**قاصد امامؓ کی شہادت:** جب آپ کے آنے کی خبر ابن زیاد کو پہنچی تو اس نے ایک لشکر حصین ابن نمیر کے ہمراہ مقام قادسیہ کو بھیجا تا کہ اہل کوفہ اور امام حسینؓ میں خط و کتابت کا سلسلہ قائم نہ رہ سکے۔ امامؓ نے مقام حاجر میں پہنچ کر قیس بن مسہر کو اپنی آمد کا اطلاعی خط دیکر کوفہ روانہ کیا۔ جب قیس مقام قادسیہ میں پہنچے ابن زیاد کے سپاہی گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ ابن زیاد نے انہیں ایک گستاخانہ حکم دیا اور کہا کہ محل کی چھت پر چڑھکر کذاب ابن کذاب حسینؓ بن علیؓ کو گالیاں دو۔ قیس نے چھت پر چڑھ کر خدا کی حمد و ثنا کی پھر کہا لوگو! حسینؓ فاطمہؓ بنت رسول اللہ کے لخت جگر' مخلوق کے بہترین آدمی ہیں۔ میں ان کا قاصد ہوں وہ حاجر تک پہنچ چکے ہیں اور پھر ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور علی مرتضیٰؓ کے لیے مغفرت اور رحمت کی دعا کی' ابن زیاد نے جلکر حکم دیا کہ چھت سے گرا کر مار ڈالے جائیں(۳)

شہادت کے وقت عاشق زار قیس کا دل امام عرش مقام کی طرف رخ کیے ہوئے عرض کر رہا ہوگا۔

بجرم عشق تو ام می کشند غوغائیست      تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست

امامؓ راستہ میں تھے کہ زہیر ابن قیس جو حج سے آرہے تھے آپ کے ہمراہ ہو گئے اور اپنی بیوی کو طلاق دیکر گھر روانہ کر دیا(۴)۔

(۱)'(۲)'(۳)'(۴) تاریخ کامل و داستان غم۔



**مسلمؓ کے قتل کی خبر ملنا:** امام کا قافلہ آگے بڑھا تو ایک شخص سے جو کوفے سے آرہا تھا مسلمؓ کے قتل کا حال معلوم ہوا اور بہی خواہوں نے پھر ایک مرتبہ سمجھایا اور قسمیں دلا دلا کر اصرار کیا کہ آپ یہیں سے لوٹ چلیے۔ لیکن مسلمؓ کے بھائیوں نے کہا ہم کسی طرح نہیں پلٹ سکتے یا خون ناحق کا بدلہ لیں گے یا قتل ہو جائیں گے۔ امامؓ نے فرمایا "لا خیر فی العیش بعد ھؤلاء۔" ان لوگوں کے بعد زندگی بیکار ہے۔ پھر جو لوگ ساتھ ہو گئے تھے۔ ان کو جمع کر کے فرمایا ہمارے شیعہ نے ہمیں چھوڑ دیا اب جس کے جی میں آئے پلٹ جائے ہماری طرف سے اس پر الزام نہیں۔ یہ تقریر سنکر عوام کا ہجوم چھٹنے لگا اور صرف وہی جاں نثار باقی رہ گئے جو مدینہ طیبہ سے ساتھ آئے تھے(۱)۔

**حُر کی آمد:** امام حسینؓ موضع اشراف سے آگے بڑھے تھے کہ حر بن یزید تمیمی جو حکومت کی جانب سے حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں کو گھیر کر کوفے میں لانے کے لیے بھیجا گیا تھا ایک ہزار سواروں کے ساتھ پہنچا اور حضرت حسینؓ کے قافلہ کے سامنے قیام کیا۔ ظہر کی اذاں ہوئی تو امامؓ نے حر کی فوج کے سامنے تقریر کی' لوگو! میں تمہارے پاس خود سے نہیں آیا تم نے خط اور قاصد بھیج بھیج کر بلایا اب اگر اطمینان کا اقرار کرو تو میں تمہارے شہر کو چلوں ورنہ واپس ہو جاؤں۔" یہ سن کر سب خاموش رہے آپ نے اقامت کہنے کا حکم دیا اور حر سے پوچھا میرے ساتھ نماز پڑھو گے یا علیحدہ' حر نے کہا نہیں۔ آپ کے ساتھ ہی پڑھوں گا۔ چنانچہ امامؓ نے نماز پڑھائی(۲)۔

**امام حسینؓ اور حر میں تند گفتگو:** نماز عصر کے بعد بھی امامؓ نے تقریر کی حر نے کہا۔ واللہ آپ یہ جو خطوط و قاصد فرما رہے ہیں ہمیں ان کے متعلق خبر نہیں۔ اس وقت آپ نے دو تھیلے خطوط سے بھرے ہوئے نکال کر سامنے ڈال دیے۔ حر نے کہا میں بھیجنے والوں میں نہیں ہوں' مجھے یہ حکم ملا ہے کہ جب آپ کو پاؤں تو کوفے ابن زیاد کے پاس پہنچاؤں' امام نے فرمایا: "تیری موت نزدیک ہے" پھر ہمراہیوں کو حکم دیا کہ واپس چلیں۔ حر نے روکا" فرمایا "تیری ماں تجھے روئے تو کیا چاہتا ہے" حر نے کہا خدا کی قسم اگر آپ کے سوا دوسرا عرب یہ کلمہ زبان سے نکالتا تو میں بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتا لیکن آپ کی والدہ کے ذکر کی مجھے مجال نہیں' میں ان کا نام عزت ہی سے لونگا۔ امامؓ نے فرمایا: آخر چاہتے کیا ہو؟ عرض کی ابن زیاد کے پاس لیجانا چاہتا ہوں' فرمایا واللہ میں تیرے ساتھ

(۱) تاریخ کامل و داستان غم

ہرگز نہ چلوں گا' کہا واللہ میں آپ کو ہرگز نہ چھوڑوں گا' بحث بڑھ گئی۔ حر نے کہا مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں لیکن آپ کے ساتھ رہ کر کوفہ لانے کا حکم ہے۔ اس لئے آپ ایک راستہ اختیار کیجئے جو نہ کوفہ پہنچائے اور نہ مدینہ منورہ۔ پھر میں ابن زیاد کو لکھتا ہوں اور آپ یزید کو لکھئے شاید خدا کوئی عافیت کی صورت پیدا کردے اور مجھے آپ کی شان میں کسی طرح کی بے ادبی میں مبتلا ہونا نہ پڑے۔ حر کے اس مشورہ پر امامؑ عذیب اور قادسیہ کے بائیں جانب ہٹ کر چلنے لگے۔ حر بھی ساتھ ساتھ چلا(۱)۔

**خواب اور علی اکبرؑ کا جواب:** امامؑ نے راہ میں ایک خواب دیکھا' جاگے تو "انا للہ و انا الیہ راجعون" الحمد للہ رب العلمین پڑھتے ہوئے اٹھے۔ آپ کے فرزند علی اکبرؑ نے عرض کیا بابا جان میں آپ پر قربان آپ نے یہ کس لیے کہا' فرمایا میں نے خواب میں ایک سوار دیکھا جو کہہ رہا ہے کہ "یہ لوگ جا رہے ہیں اور موت ان کے لیے آ رہی ہے"۔ میں سمجھ گیا کہ ہمیں موت کی خبر دی جا رہی ہے' صاحبزادے نے کہا' ابا جانؑ خدا آپ کو برائی سے بچائے کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ فرمایا! بیٹا خدا کی قسم ہم حق پر ہیں' عرض کیا بابا! جب راہ حق میں موت ہے تو کچھ پرواہ نہیں' فرمایا بیٹا خدا تجھے جزائے خیر دے(۲)۔

**کربلا میں نزول:** جب مقام نیوی میں پہنچے تو حر کو ابن زیاد کا فرمان ملا کہ میرے خط کو دیکھتے ہی حسینؑ کو ایسے چٹیل میدان میں لا کر اتار جہاں پانی وغیرہ نہ ہو۔ حر نے امامؑ سے عرض کی کہ تعمیل حکم کے سوا چارہ نہیں۔ زہیر بن قین نے امامؑ سے عرض کی ان لوگوں سے لڑنا اب آنے والوں سے لڑنے کی نسبت زیادہ آسان ہے۔ فرمایا لڑائی کی ابتدا ہم سے نہ ہونی چاہئے۔ غرض پنجشنبہ ۲ محرم ۶۱ھ کو نیوی کے میدان میں قافلہ اترا۔ امامؑ نے لوگوں سے پوچھا اس مقام کا کیا نام ہے عرض کیا' کربلا۔ فرمایا کہ یہ کرب وبلا کا مقام ہے(۳)۔

گر نام این زمیں بہ یقیں کربلا بود | اینجا نصیب ما ہمہ کرب و بلا بود

**پانی کی بندش:** تیسری محرم ۶۱ھ کو عمر بن سعد چار ہزار فوج کے ساتھ کوفے میں آیا اور امامؑ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ یہاں کیوں آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا تمہارے شہر والوں نے مجھے خطوط لکھ کر

(۱)' (۲)' (۳) تاریخ کامل و داستان غم



بلوایا ہے۔ اب اگر تم لوگ میرا آنا ناپسند کرتے ہو میں لوٹ جاتا ہوں۔ ابن سعد نے اس کیفیت سے ابن زیاد کو آگاہ کیا اس نے حکم دیا کہ حسینؑ سے یزید کی بیعت کے لیے کہہ اگر قبول کریں تو فبہا ورنہ ان پر پانی بند کردے' اس حکم پر ابن سعد نے پانچ سو سواروں کا ایک دستہ دریائے فرات پر پانی روکنے کے لیے متعین کر دیا اس دستے نے ساتویں محرم سے پانی روک دیا(۱)۔

حاکم کا حکم یہ تھا کہ پانی بشر پئیں | گھوڑے پئیں پرند پئیں اور شتر پئیں
کافر تلک پئیں تو نہ تم منع کیجیو | اک فاطمہؑ کے لال کو پانی نہ دیجیو

ابن زیاد کا تہدیدی فرمان: پھر ابن زیاد نے شمر کے ذریعہ ابن سعد کے نام سخت فرمان بھیجا کہ اگر حسینؑ اور ان کے ساتھی میرا حکم قبول کریں تو بہتر اگر نہ مانیں تو ان پر فوراً حملہ کردے۔ اگر اس حکم پر تو عمل کرے تو جزا کا مستحق ہے ورنہ تو معزول اور شمر لشکر کا سردار ہے۔ جب ابن سعد کو یہ خط ملا اس نے شمر کو بہت کچھ ملامت کی اور کہا کہ حسینؑ اس پر ہرگز راضی نہیں ہوتے' شمر بولا اب تم امیر کے حکم کی تعمیل میں یا تو حسینؑ کو قتل کر دو یا فوج میرے حوالے کر دو۔ ابن سعد پر حکومت کی خواہش غالب تھی' کہا میں خود اس کام کو کروں گا' چنانچہ پھر جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں' پھر شمر نے عباسؑ اور ان کے بھائیوں کو بلا کر کہا کہ اے میری بہن کی اولاد تمہیں امان ہے' انہوں نے جواب دیا تجھ پر تیری اماں پر خدا کی لعنت کیا ہمیں امان دیتا ہے اور رسول خداؐ کے صاحبزادے کے لیے امان نہیں(۲)۔

**ایک شب کی اجازت:** ۹ محرم کو عصر کے وقت ابن سعد کچھ لوگوں کو لیے ہوئے آپ کے پاس آیا۔ امامؑ نے عباسؑ سے کہا ان سے آنے کا سبب پوچھو حضرت عباسؑ نے دریافت کر کے عرض کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ "آپ اطاعت قبول کریں یا آمادہ جنگ ہو جائیں"۔ امامؑ نے فرمایا اچھا آج رات بھر کی مہلت لے لو تا کہ اس آخری رات کو اچھی طرح نمازیں پڑھ لیں' دعائیں مانگ لیں اور توبہ و استغفار کر لیں۔ عباسؑ نے ان کے پاس جا کر کہا کہ آج کی رات ہمیں مہلت دو' ہم سوچ کر انشاء اللہ صبح کو تمہیں جواب دیں گے۔ ابن سعد اپنے لوگوں سے مشورہ لے کر گیا پھر امامؑ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کر کے خطبہ دیا۔

**خطبہ:** میں خدا کی تعریف کرتا ہوں اور ہر حال میں اس کا شکر گزار ہوں' خداوندا تیرا شکر کہ تو نے

(۱) تاریخ کامل و داستان غم (۲) تاریخ کامل' اخبار الطوال۔

ہمیں نبوت سے سرفراز کیا ہمیں قرآن سکھایا اور دین میں سمجھ عطا کی اما بعد مجھے کسی کے ساتھی اپنے ساتھیوں سے اور کسی کے اہل بیت میرے اہل بیت سے زیادہ وفادار اور غمگسار نہیں معلوم ہوتے" تمہیں جزائے خیر دے سنو! کل ہمارا اور دشمنوں کا مقابلہ ہوگا میں نے تم سب کو جانے کی اجازت دے دی کسی طرح کا تم پر الزام نہیں ہے رات ہو چکی ہے ایک ایک اونٹ لے لو اور ایک ایک آدمی میرے ایک ایک اہل بیت کو ساتھ لیکر شہروں اور دیہاتوں میں چلے جاؤ یہاں تک کہ خدا یہ مصیبت آسان کردے مخالفین تو میرے درپے ہیں انہیں دوسرے سے کیا کام ہے(۱)۔

**جان نثاروں کا جواب:** اس تقریر پر آپ کے تمام احباب اور جان نثار کہنے لگے کہ کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہنے کے لیے چلے جائیں۔ ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے کیا یہ کہیں گے کہ اپنے سردار اپنے آقا کو چھوڑ آئے ان کے لیے ایک تیر بھی نہیں چلایا ایک نیزہ بھی نہ مارا تلوار کا ایک وار بھی نہ کیا اب معلوم نہیں ان کا کیا حشر ہوا؟ خدا کی قسم یہ تو ہم سے ہرگز نہ ہو سکے گا بلکہ ہم اپنی جان و مال اور اہل و عیال سب آپ پر نثار کریں گے اور آپ کے ہمراہ لڑیں گے یہاں تک کہ شہید ہو جائیں گے آپ کے بعد ہمارا رہنا بیکار ہے(۲)۔

## شب عاشورا

جب شب عاشورا ہوئی تو حضرت حسینؓ اور آپ کے ہمراہی خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے استغفار و دعائیں کرنے میں مشغول ہو گئے اور کچھ وقت منتشر خیموں کی ترتیب اور ہتھیاروں کی صفائی میں صرف کیا جس وقت امامؓ کی تلوار صاف کی جا رہی تھی آپ چند عبرتناک اشعار جس سے حسرت و یاس ٹپک رہی تھی درد انگیز لہجے میں بار بار پڑھ رہے تھے۔

**بی بی زینب کی بیتابی:** بی بی زینب نے یہ شعر سنے تو بے اختیار نہایت بدحواس دوڑتی آئیں اور چیخ چیخ کر رونے لگیں اور کہا" کاش اس دن سے پہلے مجھے موت آ گئی ہوتی' ہائے میری ماں فاطمہ میرے باپ علیؓ اور میرے بھائی حسنؓ میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔ بھائی جان! ان گذرے ہوؤں کے جانشین اور ہم لوگوں کے محافظ اور ہمارا سہارا تم ہی ہو۔ امامؓ نے کہا میری پیاری بہن کہیں

(۱) و (۲) تاریخ کامل و داستان غم



شیطان تمہارا علم نہ لے لے زینبؓ بولیں میری جان آپ پر سے قربان' بہن کی یہ محبت بھری باتیں سن کر امامؓ نے بہت کچھ ضبط کیا آخر آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

دل میں اک درد اٹھا آنکھوں میں آنسو بھر آئے<br>
بیٹھے بیٹھے ہمیں کیا جانیئے کیا یاد آیا

روتے ہوئے فرمایا زینبؓ چین سے رہنے دو۔ یہ سنکر بی بی زینبؓ نے (بے اختیاری سے) منہ پھیر لیا اور گریبان چاک کیا' اور غش کھا کر زمین پر گر پڑیں' آہ آج مالک کوثرؓ کے گھر میں اتنا پانی بھی نہیں کہ بیہوش بہن کے منہ پر چھڑکا جائے۔ جب ہوش آیا تو امامؓ نے فرمایا' بہن خدا سے ڈرو صبر کرو خدا کے سوا سب کو فنا ہونا ہے۔ ہر مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی چاہیئے۔ بہن خدا کی قسم اگر میں شہید ہو جاؤں تو تم میرے غم میں گریبان چاک نہ کرنا منہ نہ نوچنا' واویلا نہ کرنا(۱)۔

## قیامتِ صغریٰ

صبح ہوئی تو کیا ہوا وہی تیرہ اختری<br>
کثرتِ دود سے سیاہ شعلہ شمع قادری

جب روز عاشورا کی صبح جانگزا ظاہر ہوئی تو باختلاف روایت جمعہ یا ہفتہ کے دن بعد نماز فجر حسینی فوج لڑنے کو تیار ہو گئی۔ یہ کوئی لشکر جرار نہ تھا بلکہ بہتر جاں نثاروں کی ایک مختصر جماعت تھی جس کے میمنہ پر زہیر بن قین' میسرہ پر حبیب بن مظہر تھے اور عباس علمبردار کے ہاتھوں میں حسینی علم تھا ادھر مٹھی بھر جاں نثار تھے دوسری طرف چار ہزار شامی تھے۔ حسینؓ مظلوم نے رن میں جانے کے لیے طہارت فرمائی مشک جسم پر ملا' راہوار پر سوار ہوئے قرآن سامنے رکھا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہ ایزدی میں عرض کیا۔

**بارگاہ ایزدی میں دعا:** خداوندا ہر مصیبت میں تجھ ہی پر بھروسہ ہے اور ہر ایک شدت میں تجھ ہی سے امید' میں نے تمام نازک وقتوں میں سب کو چھوڑ کر تیری طرف رجوع کیا تو نے ان مصیبتوں کو مجھ سے دور کیا تو ہی ہر نعمت کا ولی ہر بھلائی کا مالک ہے۔ اس دعا کے بعد شامی فوج کے قریب جا کر بآواز بلند اس طرح فرمایا۔ لوگو! جلدی نہ کرو میرے آنے کا عذر سن لو اگر میرا عذر قبول

(۱) تاریخ کامل و داستان غم۔

کروگے تو سعادت جاوید پاؤ گے ورنہ تم سب ظلم جو میرے ساتھ کرنا چاہتے ہو کرڈالو میرا ولی اللہ تعالیٰ ہے(۱)۔

آپ کی بہنوں اور صاحبزادیوں نے یہ باتیں سنیں تو رونے اور چلانے لگیں۔ آپ نے عباسؓ اور علی اکبرؓ کو بھیجا کہ انہیں خاموش کرو میری عمر کی قسم ابھی ان کو بہت رونا ہے' اس کے بعد پھر ایک مرتبہ اتمام حجت کے لیے کوفیوں کے سامنے زبردست تقریر کی۔

**اتمام حجت:** لوگو میرے نسب پر غور کرو میں کون ہوں کیا میرا قتل اور میری آبروریزی تمہارے لیے زیبا ہے' کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ اور ان کے ابن عم (علیؓ) کا بیٹا نہیں ہوں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی کے متعلق یہ نہیں فرمایا کہ دونوں نوجوانان جنت کے سرادر ہیں' مجھے بتاؤ تم لوگ میرے خون کے کیوں پیاسے ہو؟ کیا میں نے کسی کو قتل کیا ہے؟ کسی کا مال ضائع کیا ہے؟ کسی کو زخمی کیا ہے؟ ان سوالات کا کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر آپ نے نام لے کر فرمایا۔ کیا تم نے مجھے خطوط نہیں لکھے سب خبیث صاف مکر گئے فرمایا لوگو! اگر تم کو میرا آنا ناگوار ہے تو مجھے چھوڑ دو تاکہ میں کسی امن کے مقام میں چلا جاؤں۔ خدا کی قسم میں ذلیل کی طرح یزید کی بیعت نہ کروں گا۔ میں تمہاری ایذارسانی سے اپنے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں۔" اس تقریر کے بعد آپ سواری بٹھا کر اتر پڑے اور شامی آپ کی طرف بڑھے۔

**حر کی توبہ:** جب ابن سعد امامؓ کی طرف بڑھا تو عین اس وقت جبکہ طبل جنگ پر چوب پڑنے کو تھی۔ حر یکا یک کوفی فوج کا ساتھ چھوڑ کر حضرت حسینؓ کی طرف چلے آئے اور عرض کیا اے قرۃ العین رسول اللہؐ مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ قوم آپ کو اس حال تک پہنچائیں گی۔ اب میں آپ کی طرف دوڑتا آیا ہوں کیا میری اس وقت کی توبہ قبول ہوسکتی ہے' امامؓ نے فرمایا تمہاری توبہ قبول ہوگی۔ خدا تمہیں بخشے گا' حسینی فوج میں شامل ہونے کے بعد حر نے کوفیوں کے سامنے نہایت پر اثر تقریر کی۔(۲)۔

**جنگ کا آغاز:** اس ثناء میں ابن سعد اپنے جھنڈے کے قریب آکر ٹھہرا اور ایک تیر لیکر امامؓ کے لشکر کی طرف چلایا اور سب سے کہا تم گواہ رہو کہ سب سے پہلے جس نے حسینؓ کے لشکر پر تیر چلایا

(۱) تاریخ کامل و داستان غم (۲) تاریخ کامل۔



ہے وہ میں ہوں (تاریخ کامل) مقام عبرت ہے حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ نے سب سے پہلے راہ خدا میں کافروں پر تیر چلایا تھا آج انہیں کا نابکار فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے کے لشکر پر سب سے پہلے تیر چلانے پر نازاں ہے۔ الغرض ابن سعد کا تیر چلانا تھا کہ جنگ چھڑ گئی اور دونوں طرف سے آدمی نکل نکل کر داد شجاعت دینے لگے۔

**جاں نثاروں کی شجاعت:** شامیوں کی فوج سے دو شخص نکلے جن کا مقابلہ تنہا عبید اللہ نے کیا۔ ایک کو قتل کردیا دوسرے کا وار روکا تو انگلیاں اڑ گئیں تاہم دوسرے کو بھی مار گرایا' عبید اللہ کی بیوی بھی ہاتھ میں لکڑی لیکر شوہر کے ہمراہ گئیں اور کہتی تھیں کہ میرے ماں باپ تم پر سے فدا آل رسولؐ پر نثار ہوجاؤ۔ عبید اللہ انہیں عورتوں کی طرف لوٹاتے تھے وہ نہ مانتی تھیں' آخر حسینؓ کے کہنے سے واپس ہوئیں' جب عبید اللہ بھی شہید ہوگئے' یہ اپنے شوہر کے سامنے بیٹھی ہوئیں ان کے منہ پر مٹی صاف کررہی تھیں اور کہتی تھیں تمہیں جنت مبارک ہو اتنے میں ایک ظالم نے انہیں بھی شہید کردیا(۱)۔

پھر حر میدان کارزار میں آئے اور بڑی شجاعت و بہادری سے لڑے حر کے بعد نافع بن ہلال بڑھے اور زہر آلود تیروں سے بارہ آدمیوں کو قتل کیا آخر آپ کے دونوں بازو ٹوٹ جانے سے گرفتار کرکے شہید کردیے گئے (۲)۔

پھر یزیدیوں نے سخت حملہ کیا جس میں مشہور جاں نثار مسلم بن عوسجہ اسدی شہید ہوئے۔ غبار چھٹا تو لاشہ نظر پڑا۔ امامؓ ان کے پاس پہنچے کچھ جان باقی تھی' فرمایا۔ مسلم اللہ تم پر رحم کرے' مسلم نے حبیب بن مظہر سے امامؓ کی جانب اشارہ کرکے کہا انہیں کسی حال میں نہ چھوڑنا (۳)۔

من و دل گر فدا شویم چہ باک      غرض اندر میاں سلامت نست

امامؓ کے ساتھ اگرچہ تعداد میں بہت کم تھے مگر جس طرف رخ کرتے اہل کوفہ کو درہم برہم کردیتے۔ ابن سعد نے یہ دیکھا تو اپنی فوج کو تیر چلانے کا حکم دیا۔ تیروں کی جو بارش شروع ہوئی تو امامؓ کے تمام گھوڑے زخمی ہوکر بیکار ہوگئے پھر بھی ان کے استقلال میں کمی نہ آئی۔ سب سوار گھوڑوں سے اتر پڑے' اور پیادہ پا دوپہر تک اس بہادری سے لڑے کہ کوفیوں کے دانت کھٹے کردیئے۔ جب امامؓ کی فوج میں سے ایک آدمی بھی شہید ہوتا تو بہ سبب قلت یہ کمی محسوس ہوتی'

(۱) تاریخ کامل (۲) و (۳) تاریخ کامل و داستان غم۔

برخلاف یزیدوں کے کہ ان کے بہت سے مارے جاتے لیکن کثرت کے باعث کچھ معلوم نہ ہوتی (۱)۔

**قتل گاہ میں نماز:** اب ظہر کا وقت آگیا تھا لیکن کوئی نماز پڑھنے کے لیے بھی دم نہ لینے دیتے تھے۔ اس لئے امامؓ نے صلوٰۃ خوف پڑھی اور نماز کے بعد پھر پورے زور کے ساتھ جنگ شروع ہوگئی۔ جب حسینی لشکر کا بڑا حصہ آقائے نامدار پر سے فدا ہو چکا اور صرف چند جاں نثار رہ گئے تو ان میں سے ہر ایک کو یہی خواہش ہوئی کہ سب سے پہلے اپنی جان امامؓ پر سے نثار کرے۔

**علی اکبرؓ کی شہادت:** جب تمام یاران وفادار یکے بعد دیگرے نثار ہو چکے اور چند رشتہ داروں کے سوا کوئی باقی نہ رہا تو سب سے پہلے امامؓ کے اٹھارہ برس کے نوجوان صاحبزادے حضرت علی اکبرؓ نے دشمنوں کے مقابلہ کی خواہش کی اور میدان کارزار میں حاضر ہونے کے لئے اپنے مظلوم باپ سے اجازت چاہی (۲)۔

دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے — دنیا میں پسر باپ کی زینت کا سبب ہے
اولاد کا ہونا بھی بڑی بخشش رب ہے — یہ سچ ہے مگر داغ بھی بیٹے کا غضب ہے
رونے کی ہے جا ظلم نیا کرتی ہے تقدیر — شبیرؓ کو اکبر سے جدا کرتی ہے تقدیر
بیٹا بھی وہ بیٹا ہے جو تصویر پیمبرؐ — معشوق جہاں رونق دیں، عاشق داور
خوش لہجہ خوش خصلت و خوش وضع سراسر — معشوق جہاں رونق دیں، عاشق داور
انصاف سے سب صاحب اولاد بتا دیں — اس طرح کہ فرزند کو مرنے کی رضا دیں

الغرض حضرت علی اکبرؓ میدان میں آئے تلوار چمکاتے اور رجز پڑھتے ہوئے مخالفین پر حملہ آور ہوئے، دیر تک قتل و قتال کرتے رہے، ناگہاں مرہ بن منقذ نے تاک کر ایسا نیزہ مارا جس سے آپ زمین پر آ گئے باپ کو آواز دی "یا اباہ ادرکنی" بابا جان میری خبر لیجئے۔ فاضل۔

جو زخم کھایا کہا یا اباہ ادرکنی — حسینؓ تڑپے وہ اکبر صدا سنا کے چلے

اتنے میں شامی ہر طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑے اور شبیہ پیغمبرؐ کا کام تمام کر دیا۔ امامؓ نے اپنے فرزند دلبند کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا پیارے بیٹے! خدا تیرے شہید کرنے والوں کو قتل کرے یہ قوم اللہ اور اس کے رسول کی بے حرمتی پر کس قدر دلیر ہے۔

(۱) و (۲) تاریخ کامل و داستان غم۔



پھر علی اکبرؓ کی لاش اور اپنے قلب و جگر کے ٹکڑوں کو بھائیوں کی مدد سے اٹھا کر لائے اور خیمہ کے سامنے لٹا دیا۔

وہ بیکس ہوں نہیں ہے کوئی میرے غمگساروں میں — فقط اک دل ہے تو وہ بھی تمہارے جاں نثاروں میں

پھر مسلمؓ کے فرزند اور دو بھائی شہید ہوئے اس کے بعد عونؓ و محمدؓ امامؓ کے بھانجے بی بی زینبؓ کے صاحبزادوں نے شہادت پائی۔

**امام قاسمؓ کی شہادت:** پھر حضرت امام حسنؓ کے لخت جگر امام قاسمؓ میدان میں آئے۔ عمرو نامی ایک ظالم نے آپ کے سر مبارک پر تلوار کا وار کیا جس سے آپ زمین پر گر گئے۔ اور امام کو آواز دی کہ چچا جان مدد کو آئے امامؓ نے شیر غضبناک کی طرح حملہ کر کے عمرو پر وار کیا جس سے اس کا ہاتھ کہنی سے اڑ گیا وہ چلایا، کوفے کے سوار اس کی مدد کو دوڑے، گرد و غبار جو اٹھا تو اس میں گھوڑوں نے عمرو کو روند دیا جب گرد چھٹی تو معلوم ہوا کہ امام حسینؓ امام قاسمؓ کے سرہانے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں "اس قوم پر پھٹکار ہے جس نے تمہیں شہید کیا" واللہ تمہارا چچا تمہارے بلانے پر جواب نہ دے سکا جواب دیا بھی تو سودمند نہ ہوا۔ آج تمہارے چچا کے دشمن بہت ہو گئے اور مددگار و دوست کم پھر قاسمؓ کی لاش سینے پر اٹھا کر لے گئے اور حضرت علی اکبرؓ کے برابر لٹا دیا (۱)۔

جگر روتا ہے دل کو دل جگر کو طرفہ ماتم ہے
یہ اس کے سوگواروں میں وہ اس کے سوگواروں میں

قاسم کے بعد ان کے بھائی ابوبکرؓ نے پھر حضرت علیؓ کے جگر گوشہ عبداللہؓ عثمانؓ و جعفرؓ نے یکے بعد دیگرے جام شہادت پیا۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے دشمنوں پر حملہ کیا اور خوب ہی داد شجاعت دی، آخر آپ بھی شہید ہو گئے۔ امامؓ نے فرمایا کہ اب میری کمر ٹوٹ گئی۔ عباسؓ کے بعد اہل بیت میں خود امام ہمام اور عابد بیمار کے سوا کوئی باقی نہ رہا (۲)۔

**عبرت:** اللہ اللہ یہ بھی انقلاب کا عجیب اور عبرت ناک منظر ہے کہ جس کے نانا کے گھر کی پاسبانی فرشتے کرتے تھے آج اس کا نواسہ بے برگ و نوا، بے یار و مددگار کربلا کے دشت و غربت میں کھڑا ہے اور روئے زمین پر خدا کے سوا اس کا کوئی مددگار نہیں، فتح مکہ کے وقت حضور انور صلی اللہ

(۱) و (۲) تاریخ کامل۔

علیہ وسلم نے ابوسفیانؓ پر یہ احسان کیا تھا کہ اعلان فرمادیا کہ'' جو شخص ! ابوسفیانؓ کے گھر میں چلا جائے' اس کا جان و مال محفوظ ہے۔'' آج انہیں ابوسفیان کے پوتے عبیداللہ بن زیاد کے حکم سے رحمۃ للعالمین کی ستم رسیدہ اولاد تیغ ہو چکی ہے اور کربلا کے میدان میں جگر گوشہ رسولؐ کے سامنے گھر بھر کی لاشیں تڑپ رہی ہیں۔ عزیزوں' بھائیوں کی شہادت پر سینہ وقف ماتم ہے۔ جواں مرگ لڑکوں اور بھتیجوں کی موت پر دل فگار ہے لیکن اس حالت میں بھی وحوش و طیور کے لئے امان ہے لیکن جگر گوشہ رسولؐ کے لئے امان نہیں' مگر اللہ رے صبر و قرار کہ حسینؓ اس حالت میں بھی راضی برضاء ہیں

نشود نصیب دشمن و ہلاک تیغت    سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

**علی اصغرؓ کی شہادت:** جب تمام نوجوانان اہل بیت شہید ہو چکے تھے تو امام مظلومؓ دیر تک میدان میں تنہا کھڑے رہے۔ پھر اہل بیت سے رخصت ہوتے اور وصیت کرنے کے لئے خیمہ کے دروازے کے پاس تشریف فرما ہوئے اور اپنے چھوٹے صاحبزادے عبداللہ (علی اصغرؓ) کو جو کمسن تھے گود میں بٹھا کر پیار کر رہے تھے کہ اس کے بعد پدری شفقت کا سایہ سر سے اٹھنے والا تھا اتنے میں کسی سنگدل نے اس طرح تاک کے تیر مارا کہ صاحبزادے کے گلے کے پار ہو گیا اور اسی وقت طائر روح باغ بہشت کی طرف پرواز کر گیا۔

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے    حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

امامؓ نے خون ہاتھ میں لیکر زمین پر پھینک دیا اور عرض کی الٰہی اگر تو نے آسمانی مدد ہم سے روک لی ہے تو انجام بخیر فرما اور ان ظالموں سے بدلہ لے(۱)۔

# امام تشنہ کام کی شہادت

فغاں میں آہ میں فریاد میں شیون میں نالے میں    سناؤں درد دل طاقت اگر ہو سننے والے میں

بالآخر وہ قیامت خیز ساعت بھی آ گئی کہ امام بچوں کو کلیجے سے لگا کر عورتوں کو صبر کی تلقین فرما کر اپنے بیمار مصیبت زدہ صاحبزادے حضرت امام زین العابدینؓ سے رخصت ہو کر شامی فوج کی طرف بڑھے۔ ہائے اس وقت کوئی اتنا بھی نہ تھا کہ رکاب تھام کر سوار کرا دے یا میدان تک

(۱) تاریخ کامل و داستان غم۔



ساتھ جائے۔ پیاس کی شدت سے امامؓ کے لب خشک تھے حلق سوکھ رہا تھا' عزیزوں کے قتل سے دل فگار ہو رہا تھا' جی چھوٹ چکا تھا اس لئے کوفیوں کے لئے آپ کا کام تمام کر دینا آسان تھا لیکن وہ لاکھ سنگدل سہی پھر بھی مسلمان تھے جگر گوشہ رسول کے خون کا بار اپنے سروں پر نہ لینا چاہتے تھے ہمت کر کے بڑھتے اور ہٹ جاتے تھے(۱)۔

حضرت حسینؓ کی پیاس لحہ بہ لحہ بڑھتی جاتی تھی مگر گھونٹ بھر پانی بھی دینے والا نہ تھا' دریائے فرات کی طرف متوجہ ہوئے لیکن کوفیوں نے جانے نہ دیا' یہ وہی تشنہ لب ہے کہ ایک مرتبہ فاطمہؓ کے گھر پانی نہ تھا حضرت حسینؓ پیاس سے رو رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیقرار ہو گئے اور اپنی زبان مبارک چسا کر ان کی تسکین فرمائی (۲)۔

آہ صاحب انا اعطینک الکوثر کا نواسہ یوں تشنہ کام رہے

اے تشنہ کربلا شہید اکبر    سیراب گلوئے تو ز آب خنجر
تو آب نیافتی ز دست امت    امت ز تو آب خواہ روز محشر

آخر جب پیاس کی شدت نا قابل برداشت ہو گئی تو پھر ایک مرتبہ نرغہ اعداء سے فرات کی طرف بڑھے اور پانی تک پہنچ گئے۔ پانی لیکر پینا چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے ایسا تیر مارا کہ دہن مبارک سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا' آپ نے ہاتھ میں خون لیکر آسمان کی طرف اچھالا کہ اے بے نیاز یہ لالہ گوں منظر تو بھی دیکھ لے اور عرض کی خدایا جو کچھ تیرے نبیؐ کے نواسے کے ساتھ کیا جا رہا ہے اس کا شکوہ تجھی سے کرتا ہوں (فاضل) (۳)۔

درد و غم رنج والم جور و جفا کرب و بلا    لاکھوں صدمے ہیں مگر سہنے کو اب جان حسینؓ

جب شوریدہ بخت شامی ہر طرف سے امامؓ پر ٹوٹ پڑے تو آپ نے بھی سخت حملہ کر دیا اور جدھر رخ کیا دشمنوں کی صفیں درہم برہم کر دیں مگر ایک خستہ دل خستہ جگر زخموں سے چور ہستی میں سکت ہی کیا باقی تھی۔ یہ بھی حسینؓ ہی کا دل تھا کہ ہزاروں دشمنوں کے آگے سینہ سپر تھے۔ لڑائی نے طول کھینچا' دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ ناگاہ امام کا گھوڑا کام آ گیا' پیادہ آپ نے وہ داد شجاعت دی کہ سواروں سے بھی ممکن نہیں' آپ حملہ کرتے اور فرماتے جاتے کہ'' آج میرے قتل پر جمع ہوئے

(۱) طبری (۲) مستدرک حاکم (۳) تاریخ کامل۔

ہو خدا کی قسم اگر تم نے مجھے قتل کیا تو خدا تعالیٰ تم پر سخت عذاب نازل فرمائے گا(۱)۔

حسین مظلوم کو شامیو نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ امامؓ کو محصور دیکھ کر اہل بیت کے خیمہ سے ایک بچہ دوڑتا آیا اور بحر بن کعب سے جو حضرت حسینؓ کی طرف بڑھ رہا تھا' معصومانہ انداز میں کہا خبیث عورت کے بچے کیا تو میرے چچا کو قتل ہی کرے گا۔ اس بزدل نے بچے پر تلوار کا وار کیا' امامؓ نے بچے کو نیم بسمل دیکھ کر سینہ سے چمٹا لیا اور کہا بیٹا صبر کرو عنقریب تم کو تمہارے اجداد سے ملا دے گا۔ بچے کو تسلی دے کر ابن اسد اللہ پھر حملہ آور ہوئے (۲)۔ بالآخر آپ بہت تھک گئے' زخموں سے تمام بدن چور ہو گیا۔ (۳۳) زخم نیزے کے (۳۴) گھاؤ تلواروں کے لگے ہوئے تھے۔ تیروں کا شمار نہیں۔ حالت لحظہ بہ لحظہ غیر ہوتی جاتی تھی باوجود اس کے کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ آپ کو شہید کرے' سب ایک دوسرے پر ٹال رہے تھے کہ شمر نے لشکر کو للکارا کہ کیا انتظار کر رہے ہو۔ حسینؓ کو قتل کر دو اس پکار پر شامی چاروں طرف سے امام ہمام پر ٹوٹ پڑے مالک بن شبر نے تلوار کا ایسا کاری وار کیا کہ تلوار کلاہ مبارک کو کاٹتی ہوئی کاسہ سر تک پہنچ گئی خون کا فوارہ پھوٹ نکلا ایک شخص نے تیر مارا' تیر گردن میں آ کر بیٹھ گیا' امامؓ نے اس کو ہاتھوں سے نکالا (۳)۔

ابھی آپ نے تیر نکالا تھا کہ زرعہ بن شریک نے بائیں ہاتھ پر تلوار ماری' پھر گردن پر وار کیا' ان پیہم زخموں نے امامؓ کو بالکل نڈھال کر دیا' اعضا جواب دے گئے اور کھڑے ہونے کی طاقت باقی نہ رہی۔

رخصت اے طاقت پام وصال جاناں  آج مجبور ہیں کروٹ بھی بدلنے کے لئے

آپ اٹھتے تھے اور سکت نہ پا کر گر پڑتے تھے' عین اسی حالت میں سنان بن انس نے کھینچ کر ایسا تیر مارا کہ وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گرا' سنگدل خولی بن یزید نے سر کاٹنے کے لئے بڑھا لیکن ہاتھ کانپ گئے۔ تھرا کے پیچھے ہٹ گیا اور سنان بن انس نے اس سر کو جو بوسہ گاہ کائنات تھا جسم اطہر سے جدا کر لیا اور ۱۰ محرم ۶۱ھ میں خاندان نبوی کا آفتاب ہدایت ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا۔ ریاض نبوی کا گل سرسبد مرجھا گیا' علیؓ کا چمن اجڑ گیا اور فاطمہؓ کا گھر بے چراغ ہو گیا (۳)۔

(۱) و (۲) تاریخ کامل (۳) اخبار القول۔



بے سرتن شاہ تشنہ کام است امروز ☆ انا للہ

برآل رسول قتل عام است امروز ' بے جرم و گناہ

اے تعزیہ داران حسینؓ مظلوم ☆ نالید بدرو

باللہ دم زدن حرام است امروز بجز ناوآہ

**ستم بالائے ستم:** امام ہمام کو شہید کرنے کے بعد سنگدل اور وحشی شامیوں نے اس جسم اطہر کو جسے رسولؐ نے اپنے جسد مبارک کا ٹکڑا فرمایا تھا گھوڑوں سے روندا۔ یہاں تک کہ تمام ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔

رہے گا کوئی تو تیغ ستم کی یادگاروں میں

مرے لاشے کے ٹکڑے دفن کرنا سو مزاروں میں

پھر یہ ظالم اہل بیت کے خیموں کی طرف بڑھے اور تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ خانوادہ نبوی میں صرف عابد بیمار باقی تھے بدبختوں نے انہیں بھی قتل کر دینا چاہا تھا کہ ابن سعد نے کہا کہ "خبردار" کوئی شخص اہل بیت کے خیموں میں نہ جائے نہ اس بیمار کو ہاتھ لگائے۔ حضرت عابدؓ پر اس کا بڑا اثر ہوا آپ نے اس کا شکریہ ادا کیا(۱)۔

**شہدا کی تعداد:** حضرت حسینؓ کے ساتھ بہتر (۷۲) آدمی شہید ہوئے۔ ان میں بیس آدمی خاندان بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔

(۱) حسین ابن علیؓ ' (۲) عباس بن علیؓ ' (۳) جعفر بن علیؓ ' (۴) عبداللہ بن علیؓ ' (۵) عثمان بن علیؓ ' (۶) محمد بن علیؓ ' (۷) ابوبکر علیؓ ' (۸) علی بن حسینؓ (علی اکبرؓ)' (۹) عبداللہ بن حسینؓ ' (۱۰) ابوبکر بن حسینؓ ' (۱۱) عبداللہ بن حسینؓ ' (۱۲) قاسم بن حسنؓ (۱۳) عون بن عبداللہؓ (۱۴) محمد بن عبداللہؓ (۱۵) جعفر بن عقیلؓ ' (۱۶) عبدالرحمن بن عقیلؓ ' (۱۷) عبداللہ بن عقیلؓ (۱۸) مسلم بن عقیلؓ (۲) (۱۹) عبداللہ بن مسلمؓ (۲۰) محمد بن سعید بن عقیلؓ (۳)۔

اس لڑائی میں ابن زیاد کے لشکر کے (۸۸) آدمی قتل ہوئے۔

امامؓ کی شہادت کے بعد اہل بیت نبوی میں امام زین العابدینؓ عمر بن حسینؓ حسن بن

(۱) طبری و داستان غم (۲) آپ کوفہ میں شہید ہوئے (۳) داستان غم و سیر الصحابہ۔

حسینؓ عمرو بن حسنؓ اور کچھ شیر خوار بچے باقی رہ گئے تھے۔

**تجہیز و تکفین:** شہادت کے دوسرے دن بنی اسد کے قبیلے والوں نے شہداء کی لاشیں دفن کیں۔ تمام لاشے بے سر دفن کئے گئے شہداء کے سر ابن زیاد کے پاس کوفہ بھیج دیئے گئے۔

جب حضرت حسینؓ کا سر مبارک ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا تو چھری سے لب و دندان مبارک کو چھیڑنے لگا۔ حضرت زید بن ارقمؓ تشریف رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اپنی چھری میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لبوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے یہ کہہ کر رونے لگے۔

**اہل بیت کا سفر کوفہ:** اہل بیت کے بعد شامی حضرت حسینؓ کے پسماندہ کو کربلا سے کوفہ لے چلے' اہل بیت کا یہ لٹا ہوا قافلہ جب بے گھر و کفن لاشوں کے پاس سے گذرا تو قافلے میں ماتم بپا ہو گیا' بی بیوں نے سر پیٹ لئے' بی بی زینب نے یوں فریاد کی' ''یا محمداہ'' نانا جان آیئے دیکھئے حسینؓ میدان میں پڑے ہیں' خون میں تر بتر تمام بدن کے جوڑ کٹے ہوئے' آپ کی بیٹیاں قید ہیں' آپ کے بچے مقتول پڑے ہیں۔ آہ۔

ایک ہنگامہ محشر ہو تو اس کو روؤں سینکڑوں باتوں کا رہ رہ کے خیال آتا ہے

جب قافلہ کوفے میں ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا اس وقت بی بی زینب ننگے پاؤں' نہایت خراب لباس اور خستہ حالت میں تھیں' ابن زیاد نے پوچھا یہ کون ہیں کہا گیا' فاطمہؓ کی صاحبزادی زینبؓ ہیں' پھر ابن زیاد نے بی بی زینبؓ سے سخت کلامی کی جس کا جواب آپ نے ترکی بہ ترکی دیا۔ ابن زیاد نے زین العابدینؓ کے قتل کا حکم دیا۔ امامؓ نے کہا اگر مجھے بھی قتل کر دیا جائے گا تو ان عورتوں کی حفاظت کون کرے گا۔ بی بی زینبؓ بیتاب ہو کر اپنے مظلوم بھتیجے سے لپٹ گئیں اور فرمایا ابن زیاد! ابھی اہل بیت رسولؐ کے قتل سے تو سیر نہ ہوا' خدا کی قسم اگر تو مسلمان ہے تو اس بچے کے ساتھ مجھے بھی مار ڈال' ابن زیاد کو رحم آ گیا صاحبزادے کو قتل سے درگذر کر دیا (۱)۔

**سفر شام:** یہ قافلہ اور شہیدوں کے سر شام کو روانہ کئے گئے۔ جب یزید کے دربار میں حسر بن قیس نے حضرت حسینؓ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت کی خبر پہنچائی تو یزید آبدیدہ ہوا اور بولا تم لوگ حسینؓ کو قتل نہ کرتے تو میں تم سے زیادہ خوش ہوتا۔

(۱) داستان غم و تاریخ کامل۔



ابن زیاد پر خدا کی لعنت ہو اگر میں ہوتا تو خدا کی قسم حسینؓ کو معاف کر دیتا خدا حسینؓ پر رحمت نازل کرے (۱)۔

ادا سے جان لی ہے قتل کر ڈالا ہے ہاتھوں سے مری میت پہ آ کر خود کف افسوس ملتے ہیں

اہل بیت کا قافلہ یزید کے سامنے پیش کیا گیا تو عورتوں اور بچوں کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اس وقت یہ سب نہایت ابتر حالت میں تھے۔ حضرت حسینؓ کی صاحبزادی فاطمہؓ نے کہا۔ یزید! کیا اسلام کا یہی طریقہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں تیرے پاس قید ہو کر آئیں۔ کہا میری خواہش ہرگز یہ نہ تھی۔ فرمایا کوفے کے سپاہیوں نے ہمارا تمام اسباب و زیور لوٹ لیا ہے۔ کہا ''فکر نہ کرو'' پھر جتنا مال و متاع گیا تھا اس سے دو چند دلا دیا پھر تمام اہل بیت کو خاص حرم سرا میں ٹھہرنے کا حکم دیا' یہ ستم رسیدہ قافلہ محل میں داخل ہوتے ہی یزید کے گھر کہرام مچ گیا۔ تمام عورتیں رونے لگیں۔ اس دوران میں یزید صبح و شام امام زین العابدینؓ اور عمر بن حسینؓ کو اپنے ساتھ لے کر کھانا کھاتا۔ ایک دن یزید نے مزاح کے طور پر عمر بن حسینؓ سے جو خورد سال تھے کہا کہ میرے فرزند خالد سے کشتی لڑتے ہو؟ صاحبزادے نے جواب دیا کشتی آسان ہے' ایک تلوار مجھے دے اور ایک اپنے بیٹے کو تا کہ ہم آپس میں مقابلہ کریں۔ یزید نے عمرؓ کو سینے سے لگایا۔

علی کا گھر کیا گھر ہے کہ جس گھر کا ہر ایک بچہ جہاں پیدا ہوا شیر خدا معلوم ہوتا ہے

**قافلہ کی مدینہ کو واپسی:** کئی روز کے بعد یزید نے تمام اہل بیت کو نہایت عزت و احترام کے ساتھ ایک فوجی دستے کی ہمراہی میں نعمان بن بشیرؓ کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ کر دیا جنہوں نے نہایت حفاظت و لطف و مدارات کے ساتھ قافلے کو مدینہ پہنچا دیا۔ مخدرات اہل بیت کے شریف اور منت پذیر دل ان محافظوں کے شریفانہ سلوک سے بہت متاثر ہوئے' چنانچہ فاطمہؓ بنت علیؓ اور بی بی زینبؓ نے اپنے اپنے کنگن اور بازو بند اتار کر شکرانے کے طور پر بھیجے اور زبانی کہلا بھیجا کہ اگرچہ یہ انعام تمہارے قابل نہیں ہے مگر اس وقت ہم معذور ہیں' اسی قدر دے سکتے ہیں۔ نعمان بن بشیرؓ نے اس کو واپس کر دیا اور کہا کہ ہم نے یہ خدمت دنیوی منفعت کے لئے نہیں کی ہے خدا کی قسم ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ خالصتاً للہ اور رسول اللہ کی قرابت کے خیال سے کیا ہے (۱)۔

(۱) طبری و اخبار الطوال۔

# از مولف

دیدۂ دل میں رہے حسرت و امام حسینؓ — سرفدا اور مری جان ہو قربانِ حسینؓ
عرشِ اعلیٰ سے سواپایہ ایوانِ حسینؓ — اور رضواں سے سوا رتبہ دربانِ حسینؓ
قبر سے سوئے جناں لے گئے ارمان حسینؓ — حشر میں سر پہ رہا سایۂ دامانِ حسینؓ
دل تو کیا جان بھی ہو جائے جو قربان حسینؓ — نہیں ممکن کہ ادا ہو سکے احسانِ حسینؓ
در حضرت کی گدائی ہے سوا شاہی سے — سلطنت مال ہے کیا پیش غلامانِ حسینؓ
ہوسِ جاہ ہے دل میں نہ تمنا زر کی — صرف جینے کے خزینے میں ہے ارمان حسینؓ
سایۂ عرش کی پروا نہیں روزِ محشر — بس ہے اتنا جو ملے سایۂ دامانِ حسینؓ
مظہر فخر رسلؐ ہادی کلؐ مالکِ خلد — جو لکھو اس سے سوا ہے شرف شانِ حسینؓ
میں نے جنت کا نشاں پوچھا تو دل نے کہا — خلد کہتے ہیں جسے ہے وہ گلستانِ حسینؓ
ایسے برتاؤ نہ کرتے کبھی کوئی شامی — جانتے کچھ بھی وہ کم بخت اگر شان حسینؓ
دردِ غم رنج و الم، جور و جفا، کرب و بلا — لاکھوں صدمے ہیں مگر سہنے کو جانِ حسینؓ
وقت نازک تھا مگر صبر و تحمل نہ گیا — حق اگر پوچھو تو ایمان ہے ایمان حسینؓ
عرش لرزاں تھا ملک روتے تھے جن گریاں تھے — دیکھ کر خاک میں وہ زلفِ پریشانِ حسینؓ
حلم سے کام لیا، رحم کیا، واہ رے صبر — ورنہ تھے دونوں جہاں تابع فرمانِ حسینؓ
دل میں غم، لب پہ فغاں، اشک رواں، چہرہ اداس — صورتِ درد سراپا ہیں محبانِ حسینؓ
کثرتِ غم سے اگر جان نہ نکلے یا رب — مرے دل سے نہ مٹے حسرت و ارمان حسینؓ
ہوگیا تا دل نورِ ولا سے روشن — بن گئے داغِ جگر شمعِ شبستانِ حسینؓ
اے خدا وصل سے کر شاد کہ ناشاد ہوں میں — اب خوشی سے ہو مبدل غمِ ہجرانِ حسینؓ
سفر ملکِ عدم کا ہے یہ اچھا توشہ — ساتھ لے جائیں گے ہم قبر میں ارمان حسینؓ
حشر کے روز جو میں قبر سے اٹھوں یا رب — لب پہ تعریف رہے ہاتھ میں دامان حسینؓ

مجھ کو مل جاتی حیاتِ ابدی اے فاضلؔ
جان دیدیتا جو ہمراہ محبانِ حسینؓ


# جنوبی ہند کا مشہور و معروف دینی و علمی مجلّہ

# سہ ماہی حسامی

## کا مطالعہ آپ کی تمام دینی ضرورت کو پورا کرے گا

### یہ سہ ماہی علمی مجلہ

حضرت علامہ محمد حسام الدین فاضل رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں جاری کیا گیا ہے اور اس کی سرپرستی کے فرائض مولانا محمد حمید الدین حسامی عاقلؔ انجام دیتے ہیں۔ جب کہ جامعہ اسلامیہ دار العلوم حیدرآباد کی نگرانی میں محمد حسام الدین ثانی عاقلؔ اس کی ادارت کے فرائض انجام دیتے ہیں۔
اس رسالہ میں آپ کو تفسیر، فقہ، حدیث، اقوال بزرگان دین ان کی سوانح عمریاں، راہِ سلوک و تصوف کے اصول، موقعی ضروری مسائل اور حالات حاضرہ پر تبصرے اور وقتاً فوقتاً مسلمانوں کی قیمتی مشورے ملیں گے

رابطہ: دفتر ماہنامہ حسامیہ منزل پنجہ شاہ حیدرآباد۔۲

# علامہ حسام الدین فاضلؒ اکیڈیمی

## ایک تعارف

حضرت علامہ حسام الدین فاضلؒ کی کتب کی اشاعت کے لئے اس اکیڈیمی کا قیام حضرت مولانا محمد حمید الدین عاقلؔ حسامی کی سرپرستی میں عمل میں لیا گیا ہے۔ تاکہ حضرت علامہ فاضلؒ کے تصانیف کی اشاعت اکیڈیمی کے ذریعہ عمل میں لائی جاسکے۔

ہم اہل خیر حضرات سے اور مریدین و معتقدین سے اس کی اشاعت میں اور تشہیر میں عملی تعاون کی اپیل کرتے ہیں۔

سکریٹری: محمد حسام الدین ثانی عاقلؔ (جعفر پاشاہ)

# یادداشت